نماز کی حقیقت

از

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

دین میں نماز کی اہمیت وعظمت اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی روح وحقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کے ظاہر ہونے والے نتائج وآثار کی بشارتیں ہیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ ہی کو آپ کی نماز میں نورانیت اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنادے۔

ناشر

اشاعت اکیڈمی اینڈ پرنٹنگ ایجنسی محلہ جنگی پشاور

030009391643,091-5515698

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿عرض مؤلف﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ۔

دین میں نماز کی جو عظمت واہمیت ہے، اور کتاب وسنت میں اس کی جو روح وحقیقت بیان کی گئی ہے اور جن آداب وکیفیات کے ساتھ اس کو ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور پھر دنیا وآخرت میں اس کے ظاہر ہونے والے جن نتائج وآثار کی بشارت سنائی گئی ہے شاذ ونادر ہی ایسے اللہ کے بندے ہوں گے جو ان چیزوں سے کچھ باخبر ہوں۔

نماز کے متعلق یہ چھوٹا سا رسالہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے اس کو غور سے پڑھئے۔ ان شاء اللہ اس میں مختلف عنوانوں کے تحت آپ کو یہ سب باتیں اور ان کے علاوہ ایسی بہت سی چیزیں ملیں گی جن سے امید ہے کہ آپ کا دل بھی متاثر ہوگا اور دماغ بھی۔ اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ ہی کو آپ کی نماز میں نورانیت اور روحانیت کی ترقی کا ذریعہ بنا دے۔

اس کا لکھنے والا تو اگر چہ ایک عام آدمی ہے لیکن اس کے تمام مضامین کتاب وسنت اور عارفین امت خاص کر امام غزالیؒ، شیخ ابن قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تالیفات سے استفادہ کا نتیجہ ہیں۔ فلھم الفضل والمنۃ

محمد منظور نعمانی
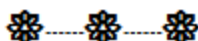
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔

﴿نماز کی عظمت اور اس کی حقیقت﴾

دین میں نماز کا درجہ:

اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لانے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کرنے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے اہم جو فریضہ بندہ پر اللہ کی طرف سے عائد کیا گیا ہے وہ نماز ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ ایمان اور توحید کے بعد اولین عملی فریضہ کی حیثیت سے نماز ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کے شروع ہی میں قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے والے گروہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾

”وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔“

اور سورۂ قیامہ میں ایمان نہ لانے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں کا جرم بھی اسی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے یعنی ان کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا جرم تو ایمان نہ لانا بتلایا گیا ہے اور اس کے بعد دوسرے درجہ کا جرم نماز نہ پڑھنا قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾ ”نہ تو وہ ایمان لایا اور نہ اس نے نماز پڑھی۔“

اور سورۂ بینہ میں توحید کے بعد دعوت انبیاء علیہم السلام کا دوسرا مطالبہ نماز ہی کو قرار دیا گیا ہے:

﴿وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

"اور نہیں حکم کیا گیا ان لوگوں کو سوا اس کے کہ وہ عبادت کریں اللہ ہی کی خالص کرتے ہوئے اسی کے واسطے اطاعت بالکل یکسو ہو کر اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوۃ۔"

بہر حال جو شخص رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر برحق مان کر آپ کی دینی دعوت کو قبول کر لے اسلام اس کے سامنے سب سے پہلا اور سب سے اہم مطالبہ نماز ہی کا رکھتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ اسلام میں ہر نئے داخل ہونے والے سے توحید کا اقرار لینے کے بعد آپ ﷺ نماز کا عہد لیا کرتے تھے۔

دین میں نماز کا یہ درجہ اور اس کی یہ اہمیت کوئی خالص حاکمانہ بات اور ناقابل فہم قسم کا کوئی ایسا راز نہیں ہے جس پر بلا سوچ سمجھے صرف ایمان ہی لایا جا سکتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر خود نماز ہی کی حقیقت پر غور کیا جائے تو کسی نہ کسی درجے میں یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ دین میں نماز کا یہ درجہ اور یہ مقام کیوں ہے۔

نماز ایمان اور اسلامی زندگی کے درمیان کی کڑی ہے:

حقیقت یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی تصدیق کرنے یعنی اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد احکام الٰہی کے پابند ہو کر اور شریعت محمدیہ ﷺ کا کامل اتباع کرتے ہوئے جس طرح کی اسلامی زندگی یعنی فرمانبرداری والی زندگی گزارنا ایک مومن کے لیے ضروری ہو جاتا ہے، نماز ہی اسلامی زندگی کے درمیان کی کڑی ہے اور اسی لئے اس کا درجہ ایمان کے بعد اور باقی تمام دینی اعمال سے پہلے ہے۔

اگر ہم تمثیل کے طور پر ایمان کو بیج اور جڑ اور دین کے باقی سارے عملی نظام کو درخت قرار دیں تو نماز کی حیثیت اس درخت کے تنے کی ہوگی جو خود اگرچہ بیج ہی سے پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے اوپر والی تمام چھوٹی اور موٹی ٹہنی شاخیں اور پھول پتیاں اسی تنے سے نکلتی ہیں اور اسی پر قائم ہوتی ہیں۔ اس حقیقت کو ذرا وضاحت اور تفصیل

سے سمجھنے کے لیے امور ذیل پر غور کیجئے۔

کلمہ طیبہ کی شہادت دیکر اور اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لا کر ہم نے اقرار و عہد کیا کہ اللہ ہی ہمارا الٰہ و معبود و مولا ہے لہٰذا ہم اسی کی عبادت و بندگی کریں گے اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں لہٰذا ہم ان کی لائی ہوئی شریعت پر چلیں گے اور ان کے احکام مانیں گے، گویا ایمان لا کر ہم نے اپنے متعلق طے کر لیا کہ اب ہماری ساری زندگی اللہ کے احکام کے ماتحت اور حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق گزرے گی۔

لیکن عملاً اس طرح کی زندگی گزارنے کے لئے ہمارے واسطے ضروری ہے کہ ہمارے سامنے بار بار اس ایمانی معاہدہ کی تجدید اور یاد دہانی اس طرح ہوتی رہے کہ اسی کے ساتھ اور اسی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اور اس کی شان جلال و جمال کا تصور بھی ہمارے لیے تازہ ہوتا رہا کرے تا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف و خشیت کے وہ اعلیٰ جذبات پیدا ہوں اور نشو ونما پاتے رہیں جو ہم کو اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور رضا جوئی کے لئے بے چین کرتے رہیں پھر ان جذبات کے مطابق عمل کی مشق اور تربیت کا بھی کوئی نظام ہو، تا کہ یہ جذبات عمل کے قالب میں آ کر اور عمل کی طاقت کو ساتھ لے کر عملی زندگی پر اپنا پورا اثر ڈال سکیں پھر اسی کے ساتھ ساتھ قانون جزا و سزا کی بھی یقین دہانی ہوتی رہے، نیز اللہ تعالیٰ سے ہم اس "اسلامی زندگی" کی توفیق بھی بار بار مانگتے رہیں کہ اس کی توفیق و مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا پھر ہمارا ماحول بھی اس راہ میں ہمارے ساتھ سازگاری کرے کیونکہ انسان کی زندگی کی ساخت مقرر کرنے میں تمام دوسری خارجی چیزوں سے زیادہ اس کا ماحول موثر ہوتا ہے، ورنہ انسان سب سے زیادہ اپنے ماحول ہی سے اثر لیتا ہے

ظاہر ہے کہ جب تک ان چیزوں کا انتظام و اہتمام نہ ہو ہمارے آزادی

خواہ اور سرکش نفس کے لئے مرضیات الٰہیہ کے پابند اور شریعت کے ماتحت ہو کر زندگی گزارنا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے۔

اب آپ نماز کی حقیقت اور اس کے عناصر و اجزاء اور اس کی ہیئت ترکیبی پر ذرا غور کیجئے اور دیکھئے کہ ایمان لانے کے بعد اسلامی زندگی گزارنے اور اس کو آسان بنانے کے لیے جن محرکات اور جن انتظامات کی ہم کو ضرورت تھی جن کی کچھ نشان دہی سطور بالا میں کی گئی ہے۔ ان سب کو نماز میں کیسی حکمت بالغہ کے ساتھ سمویا گیا ہے اور نماز ان تمام چیزوں کا کیسا حیرت انگیز بلکہ معجز نما نسخہ جامعہ ہے۔

ایمان کے بعد معصیت غفلت ہی سے ہوتی ہے اور نماز ازالہ غفلت کی اعلیٰ تدبیر ہے۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور ماننے اور اس سے اطاعت و بندگی کا عہد کرنے کے بعد بھی آدمی سے اس کی نافرمانی جو سرزد ہوتی ہے تو زیادہ تر اس کی وجہ غفلت ہی ہوتی ہے اور شیطان انسان کی عقل و بصیرت پر غفلت و مدہوشی کا پردہ ڈال کر ہی اس پر چھاپہ مارتا ہے اور اس سے نافرمانی کراتا ہے لیکن جیسے ہی اللہ کی سچی یاد اور اس کی عظمت و کبریائی اور جلال و جبروت کی یاددہانی کے ذریعہ غفلت کے اس پردے کو چاک کر دیا جائے تو خدا شناس اور خدا ترس آدمی سنبھل جاتا ہے اور برائیوں سے اس کا قدم رک جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فطرت انسانی کی اسی کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ [سورۃ اعراف]

"بیشک جو لوگ ڈر رکھتے ہیں جب انہیں کوئی شیطانی وسوسہ لگ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور غفلت کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔"

بہر حال یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ایمان کے بعد نافرمانی عموماً غفلت ہی کے راستے سے آتی ہے اور نماز اس غفلت کا سب سے اچھا علاج ہے کیونکہ وہ سراسر "یاد" ہے بلکہ یادِ الٰہی ہی نماز کی غایت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ "میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔"

نماز انسان کے تمام ظاهر وباطن کا "ذکر" هے:

پھر نماز نری زبانی یاد ہی نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ "یاد" کا جو طریقہ غفلت کے دور کرانے اور محبت و شکر کے جذبات کو ابھار کر آمادۂ اطاعت کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے وہ نماز ہی ہے کیونکہ نماز میں قلب و زبان اور دوسرے تمام اعضاء بھی ایک خاص ترتیب اور تناسب کے ساتھ یادِ الٰہی اور مظاہرہ عبودیت میں ہم آہنگ ہو کر حصہ لیتے ہیں۔ اور اپنے اپنے دائرے میں اپنا اپنا وظیفہ ادا کرتے ہیں، قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان ہوتا ہے پھر اسی کے مطابق زبان اس کی تسبیح و تقدیس اور تحمید و تمجید میں مصروف ہوتی ہے اور سارا جسم سر سے پاؤں تک ذکر و عبادت اور نیاز و عبودیت کی تصویر بنا ہوتا ہے کبھی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے، کبھی جھک جاتا ہے اور کبھی سجدے میں گر کر اپنی بندگی و نیازمندی کا آخری مظاہرہ کرتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ "حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

"نماز کے اصل عناصر تین ہیں ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی لاانتہاء عظمت وجلال کے دھیان سے سرفگندہ ہو، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و سرافگندگی کو بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرے، اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کے لئے استعمال کرے"۔

نماز غفلت کا علاج اور معصیات سے بچاؤ کا سامان کیونکر؟

ظاہر ہے کہ نماز کی شکل میں جب اللہ کا ذکر اور اس کے سامنے عاجزی اور نیازمندی کا مظاہرہ اتنا ہمہ گیر اور اتنا کامل ہوگا اور انسان کے تمام ظاہر و باطن پر اس کی چوٹ پڑے گی، یعنی اس کا دل اور اس کی زبان اور اس کے تمام ظاہری اعضاء سب یکساں طور پر اس میں شریک اور اس سے متاثر ہوں گے، اور پھر دن رات میں کئی کئی بار اس عمل اور وظیفہ کا اعادہ ہوگا تو غفلت اس کے مقابلہ میں کہاں تک ٹھہر سکے گی، اور انسان سے معصیات اور فواحش و منکرات کا صدور کیونکر ہوگا۔ نماز کی یہی وہ تاثیر ہے جس کو قرآن مجید کی اس مشہور آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [عنکبوت ع:۵]

"بے شک نماز بے حیائی کی باتوں اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔"

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ کے الفاظ نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ نماز میں فحش و منکر سے روکنے کی تاثیر کا راز یہ ہے کہ وہ سراسر اللہ کی یاد ہے اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ تاثیر ان ہی نمازوں میں ہوگی جن میں "ذکر" اور "یاد" کی صفت کامل طور پر پائی جائے گی۔ پس آج کل عام طور سے جس غفلت کے ساتھ نمازیں پڑھی جاتی ہیں کہ بسا اوقات پڑھنے والوں کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ انہوں نے اپنی نمازوں میں اپنے رب سے کیا کہا اور کیا مانگا۔ سو شعور اور حضور سے خالی ایسی نمازوں سے اگر تقویٰ والی زندگیاں پیدا نہیں ہوتی اور بری عادتیں اور بری باتیں نہیں چھوٹتیں تو اس میں نماز کا کیا قصور ہے جس دانے میں جان اور مغز ہی نہ ہو اس سے درخت کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

ذوق باید تا دہد طاعات بر | مغز باید تا دہد دانہ شجر

ابن ابی حاتمؒ وغیرہ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ فَلا صَلٰوةَ لَهُ﴾

"یعنی جس شخص کی نماز نے اس کو بد اخلاقیوں اور برائیوں سے نہ روکا، اس کی نماز گویا نماز ہی نہیں ہے" [تفسیر ابن کثیر سورۃ عنکبوت]

بہر حال نماز کی یہ تاثیر تب ہی ظاہر ہو سکتی ہے جبکہ نماز غفلت والی نماز نہ ہو بلکہ سراسر ذکر ہو جسم وزبان کا بھی ذکر ہو اور دل کا بھی ذکر ہو۔

الغرض اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت والی زندگی پیدا کرنے میں نماز کی تاثیر کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ نماز ذکر ہے اور انسان کے پورے ظاہر و باطن کا ذکر ہے اور ذکر غفلت کو دل سے ہانکتا اور اطاعت و بندگی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

نماز روز حساب کی یاددھانی بھی ھے:

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ نماز روز قیامت اور حساب کتاب کی یاددہانی بھی ہے کیونکہ نماز میں ہر رکعت میں بار بار ﴿مالک یوم الدین، الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین﴾ پڑھتے وقت اللہ کے قانون جزاء و سزا اور روز حساب کی یاددہانی بھی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ غفلت سے چونکانے کے لئے یہ کتنی موثر چیز ہے۔

جملہ احکام شریعت کو نماز کی جامعیت:

پھر اسی طرح کی ایک خصوصیت نماز کی یہ بھی ہے کہ اس میں دین کے تمام مثبت اور منفی احکام و جملہ اوامر و نواہی کو جمع کر دیا گیا ہے گویا جس طرح سورۃ فاتحہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بالاجمال تمام قرآنی معارف و مطالب کو جامع ہے اسی طرح پورے دین اور ساری شریعت کو ایک خاص طریقہ سے نماز میں سمیٹ دیا گیا ہے، اور

اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ ایک مختصر اور محدود دائرے میں تمام احکام الٰہیہ کی تعمیل کی مشق ایک طرح سے ہر نماز میں ہوتی رہتی ہے مثلاً ہر نماز کے شروع ہی میں (ثنا میں) توحید کی شہادت دے کے، اور ہر رکعت میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کا عہد واقرار کر کے اور آخر میں (تشہد میں) توحید اور رسالت دونوں کی شہادت ادا کر کے ایمان کی تجدید کی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں کم از کم سورۃ فاتحہ پڑھ کے (جو پورے قرآن حکیم کا خلاصہ ہے) قرآن مجید پر ایمان کی تجدید ہوتی ہے اور اس سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، بار بار اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس دل وزبان سے کی جاتی ہے اور دوسرے اعضاء سے بھی اس کی معبودیت اور اپنی عبدیت وعبودیت کی شہادت دی جاتی ہے، نیز محبت وحق شناسی اور احسان مندی کے جذبہ کے تحت رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے، اللہ کے تمام صالح بندوں کے لئے دعائے خیر کی جاتی ہے اپنے گناہوں سے معافی مانگی جاتی ہے اور قہر وعذاب سے بچنے اور آغوش رحمت میں جگہ پانے کی دعا والتجا کی جاتی ہے۔ یہ سب ہی چیزیں نماز میں شامل ہیں۔

علیٰ ہذا قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو کر اور قبلہ ہی کی طرف کو رکوع وسجود کرنا حج کی یادگار ہے، جو نماز کے شرائط میں ہے۔

اسی طرح کھانے پینے وغیرہ کی ممانعت جو روزہ کا خاصہ ہے نماز میں بھی شرط ہے۔

ایسے ہی نماز کے اوقات میں اپنے کاروبار اور کسب معاش کے سلسلہ کو بند کر کے نمازی جو مالی نقصان برداشت کرتا ہے وہ نماز میں مالی قربانی اور مالی عبادت (زکوۃ، صدقات) کا حصہ ہے۔

پھر اسی طرح جماعت میں سب کے ساتھ کھڑا ہونا اور دینی حیثیت سے جو شخص بزرگ تر ہو، اس کو اپنا امام بنا کر اس کی کامل اقتدا کرنا اجتماعی زندگی کے متعلق

دین کے اہم احکام اخوت، مساوات اور بڑوں کی توقیر اور اطاعت فی المعروف وغیرہ کی تعمیل اور مشق ہے جو ہر نماز میں ہوتی ہے۔

یہ تو نماز میں دین کے مختلف شعبوں کے متعلق مثبت احکام یعنی اوامر کا حصہ ہے اور بالکل یہی حال اس کے منفی احکام نواہی کا ہے، کہ جس قدر بھی معصیات محرمات یا مکروہات ہیں، نمازی حالت میں ان سے بالکل ہی اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نمازی بہ حالت نماز نہ جھوٹ بول سکتا ہے، نہ کسی قسم کی غیبت کر سکتا ہے، نہ کسی قسم کی بے حیائی و بیہودگی کا مرتکب ہو سکتا ہے، نہ کسی قسم کا کوئی اور گناہ کر سکتا ہے، بہر حال نماز اس خاص حیثیت سے پوری شریعت پر عمل کا ایک ٹریننگ کورس ہے، اور زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت اور اتباع شریعت والی زندگی بنانے میں نماز کی تاثیر ایک مستقل پہلو ہے۔

نماز میں اسلامی زندگی کی دعا اور انسانی ضمیر پر اس کا طبعی اثر:

پھر ہر نماز اور اس کی ہر رکعت میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سے لے کر ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ تک اللہ کے پسندیدہ اور اسی کے مقرر کئے ہوئے طریقہ زندگی، یعنی پوری اسلامی زندگی کی جو دعا کی جاتی ہے وہ ایک طرف تو اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا ہے، اور دوسری طرف بار بار اپنی زبان سے اس کو دہرانے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے اس کو مانگنے سے خود اپنے اندر بھی اصلاح کی کوشش کا داعیہ پیدا ہونا لازمی ہے۔ انسان جس چیز کو ہر دن میں دسیوں بیسیوں دفعہ اللہ تعالیٰ سے مانگے، ہو نہیں سکتا کہ اس کے لئے کوشش کا تقاضہ خود اس کے ضمیر میں پیدا نہ ہو۔

بہر حال نمازوں میں صراط مستقیم کی جو دعا بار بار کی جاتی ہے زندگی کو اسلامی بنانے میں اس کا اثر دو طرح سے اور دو طرف سے پڑتا ہے۔

نظام جماعت کے ذریعہ نماز کی ان تاثیرات کی مزید تقویت:

پھر جب نظام جماعت کے ذریعہ ایک سازگار ماحول بھی تیار کردیا جائے اور دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے بہت سے بندے مل کر اور صفوں میں شانہ بشانہ کھڑے ہوکر غفلت و بے خبری والی محض رسمی نہیں بلکہ شعور و حضور والی حقیقی نمازیں ادا کیا کریں تو مذکورہ بالا تاثیرات جتنی تیز تر اور قوی تر ہوسکتی ہیں انسانی فطرت اور اس کی نفسیات سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے اس کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

سیرت سازی کے بارے میں نماز کی تاثیرات اور اس کی کارفرمائیوں کے جو چند پہلو سطور بالا میں ذکر کئے گئے انہیں پر غور کرنے سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایمان ہم سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اتباع شریعت والی جس زندگی کا مطالبہ کرتا ہے اس کے پیدا کرنے اور سیرت کو اسلامی بنانے میں وہ کتنی موثر اور کس قدر کارفرما ہے۔

بہرحال نماز کی حیثیت دین کے حکموں میں سے صرف ایک حکم ہی کی نہیں ہے بلکہ عبادت الٰہی کا یہ خاص نصاب ہے جو پوری اسلامی زندگی کی تخلیق کرتا ہے اور پھر اس کی نشوونما کے لئے تازہ ترین خون پیدا کرکے اس کی رگوں میں دوڑاتا ہے۔

الغرض جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا وہ ایمان اور باقی عملی شریعت کے درمیان کی اہم کڑی ہے بالفاظ دیگر وہی گویا باقی اسلامی زندگی کے لیے منبع و سرچشمہ اور اساس و بنیاد ہے یا ہماری تمثیل کے مطابق "شجرہ اسلام" کا وہ تنہ ہے جس سے اس شجرہ مقدسہ کی تمام شاخیں اور پھول پتیاں نکلتی ہیں اور اسی پر قائم ہوتی ہیں۔

❀......❀......❀
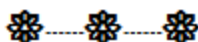
دیــن میں نماز کا امتیازی مقام اور قرآن وحدیث کی تصریحات :

اگر نماز کی یہ امتیازی حیثیت آپ نے سمجھ لی ہے تو پھر اس بات کا سمجھنا آپ کے لئے آسان ہوگا کہ دین میں نماز کی اتنی اہمیت اور اس قدر تاکید کیوں ہے کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کی کی تحقیق وتفتیش کے مطابق قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے صراحۃ اور اشارۃ تقریبا سات سو جگہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان آیات اور احادیث کی حقیقت بھی آپ پر منکشف ہو جائے گی۔ جن میں نماز کو دین یا دین کی اصل واساس کہا گیا ہے اور نماز نہ پڑھنے کو کفر یا دین سے خروج اور اور دولت اسلام سے محرومی قرار دیا گیا ہے۔

مثلا سورۃ بقرہ کی آیت: ۱۴۳ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ میں اکثر مفسرین کے نزدیک نماز ہی کو "ایمان" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور سورۃ روم کی ایک آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ نماز نہ پڑھنے والے آدمی اہل ایمان سے کٹ کر مشرکوں سے جڑ جاتا ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

"نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔"

اور سورۃ مرسلات کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے متعلق احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کرنے والے یعنی نمازیں نہ پڑھنے والے گویا مؤمنین کے زمرے میں نہیں ہیں بلکہ منکرین اور مکذبین میں سے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ [مرسلت]

اور انہی آیات کے مضامین کی ترجمانی کی گئی ہے ان احادیث میں جن میں

ترک نماز کو کفر یا کفر تک پہنچانے والا گناہ بتلایا گیا ہے، مثلاً حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ﴾ [رواہ مسلم، مشکوۃ]

"بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے (یعنی بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر کی سرحد سے جا ملے گا)۔"

اور حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سات باتوں کی وصیت فرمائی جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم دو باتیں یہ تھیں:

﴿لا تشرکوا باللّٰہ وان قطعتم او حرقتم ولا تترکوا الصلوۃ متعمدین فمن ترکھا متعمدا فقد خرج من الملۃ﴾ [رواہ الطبرانی و محمد بن نصر فی کتاب الصلوۃ باسنادین لاباس بھما الترغیب للمنذری]

"اللہ کے ساتھ کبھی شرک نہ کرو اگرچہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ یا تم کو آگ میں بھون دیا جائے اور خبردار کبھی دانستہ نماز نہ چھوڑو کیونکہ جس نے قصدا نماز ترک کی وہ ملت سے نکل گیا۔"

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

﴿لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ﴾ [رواہ بزار]

"اسلام میں کچھ حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو۔"

احادیث میں ترک نماز کو کفر قرار دیئے جانے کا منشاء:

تو ان احادیث کا منشا یہی ہے کہ نماز چونکہ دین کے درخت کا تنا اور حیات اسلامی کا سرچشمہ ہے اور اسی سے اللہ تعالٰی کی اطاعت اور بندگی والی زندگی پیدا ہوتی ہے اور نشوونما پاتی ہے جس کا نام "اسلام" ہے اس لئے نماز نہ پڑھنے والا انسان

"اسلامی زندگی" سے محروم رہتا ہے اور اس کی زندگی کافرانہ زندگی ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ ایک حدیث سے (جس کو حافظ سیوطی نے درمنثور میں اوسط طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے یہ حقیقت زیادہ واضح ہوتی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

﴿لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلٰوةِ مِنَ الدِّيْنِ مَوْضِعُ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ﴾

"نماز کے بغیر دین نہیں۔ دین میں نماز کا درجہ وہی ہے جو جسم انسانی میں سر کا درجہ ہے۔"

یعنی جس طرح انسان کی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کا مرکز اور منبع سر ہے اور اگر اس کو تن سے جدا کر دیا جائے تو باقی جسم ایک بے جان لاش رہ جاتا ہے۔ جس کو انسان نہیں کہا جا سکتا، تو بعینہ یہی حیثیت نظام دینی میں نماز کی ہے وہی پوری دینی زندگی کے لئے سرچشمہ ہے، لہذا جب وہ نہ ہوگی تو دینی زندگی بھی موجود نہ ہو سکے گی۔

پورے نظام دینی میں نماز کی یہ جو امتیازی حیثیت ہے، صحابہ کرامؓ نے اس کو خوب سمجھا تھا، اس کی بنیاد حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسلامی قلمرو کے تمام عمال (صوبوں کے اعلیٰ افسران) کو ایک خاص گشتی فرمان لکھا تھا۔

﴿ان اهم امور كم عندى الصلوة من حفظها و حافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها اضيع﴾ [موطا امام مالکؒ]

"تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان کام نماز ہے جس نے کما حقہ اس کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دین کے دوسرے کاموں کو اور زیادہ برباد کر دے گا۔"

❀......❀......❀
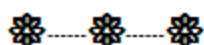
نماز پوری زندگی کے لئے میزان اور معیار ھے:

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز ہی پوری زندگی جانچنے کے لئے میزان اور معیار ہے، جس شخص کی نماز جتنی اعلیٰ ہوگی، اس کی باقی دینی زندگی بھی اسی قدر بہتر ہوگی۔ اور جو شخص نماز میں جتنا کوتاہ اور ناقص ہوگا اس کی بقیہ دینی زندگی میں بھی اسی کے بقدر نقصان ہوگا۔

قیامت میں بھی نمازھی کو میزان بنایا جائے گا:

اور رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سے بڑی صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی نمازوں ہی کو میزان اور معیار بنا کے "زندگی" کے امتحان میں آدمیوں کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ان اول ما یحاسب به العبد یوم من عمله الصلوة فان صلحت فقد افلح و انجح وان فسدت خاب وخسر﴾

[رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه والحاکم وصححه کذا فی الدر المنثور]

"قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کی جانچ ہوگی اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر اس کی نمازیں خراب نکلیں تو نامراد اور خسارہ میں ہے۔"

اور اس سے زیادہ واضح اور ہمارے مقصد کے لئے زیادہ صریح روایت عبداللہ بن قرظ کی ہے۔

﴿اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلوة فان صلحت صلح سائر عمله وان فسدت فسد سائر عمله﴾ [رواہ الطبرانی الاوسط الترغیب]

"قیامت کے دن سب سے پہلے بندوں کی نماز کی جانچ کی جائے گی، اگر وہ ٹھیک اور پوری اتری تو باقی اعمال بھی ٹھیک اتریں گے، اور اگر وہ خراب نکل گئی تو باقی اعمال بھی خراب اور نکمے نکلیں گے۔"

گویا قیامت میں آدمی کی نماز اس کی پوری دینی زندگی کا نمونہ (بلکہ زیادہ صحیح لفظوں میں اس کی پوری زندگی کا مقیاس اور مرأۃ آئینہ ہوگی، اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نماز ہی پوری زندگی کو پیدا کرتی اور اس کی رگوں میں خون حیات دوڑا کے اس کو نشو ونما دیتی ہے تو ہر شخص کی نماز کا اس کی پوری دینی زندگی کے لئے معیار اور میزان ہونا بالکل قرین عقل وقیاس ہے۔

اور اس مادی دنیا میں بالکل خود ہمارے وجود میں اس کی نظیر یہ موجود ہے کہ حاذق طبیب صرف نبض کے ذریعہ قلب کی قوت کا اندازہ کر کے (جو انسانی قوتوں کا مرکز اور منبع ہے) انسان کے پورے نظام جسمانی کی قوت اور کمزوری کا درجہ دریافت کر لیتا ہے پس اسی طرح قیامت میں ہر شخص کی نماز کے کمال ونقصان سے اس کی پوری دینی زندگی کا کمال ونقصان معلوم ہو جائے گا۔

جو لوگ اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود سرے سے نمازیں پڑھتے نہیں ہیں ان احادیث کی روشنی میں وہ غور کریں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ ہاں اس غور وفکر کے وقت وہ ایک اور حدیث بھی پیش نظر رکھیں جو مسند احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿انه صلى الله عليه وسلم ذكر الصلوة يوما فقال من حافظ عليها كانت له نورا و برهانا و نجاة يو م القيمة ومن لم يحافظ عليها لم يكن لم نورا ولا برهانا ولا نجاة و كان يوم القيمة مع قارون و فرعون وهامان و ابي بن خلف﴾ [مشکوۃ]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جوکوئی نماز کو اہتمام سے ادا کرے گا تو نماز اس کے واسطے قیامت میں نور ہوگی، برہان ہوگی اور باالآخر ذریعہ نجات بنے گی اور جوکوئی اس کو اہتمام سے ادا نہیں کریگا تو اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برہان نہ ذریعہ نجات اور وہ شخص قیامت میں قارون فرعون ،ہامان اور ابی بن خلف ملعون کے سرغنہ کے ساتھ ہوگا۔" (معاذ اللہ)

نماز کے بارے میں یہاں تک جو آیات واحادیث مذکور ہوئیں وہ سب وعید وتہدید کے باب کی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور ایک حدیث اور جماعت صحابہ کی ایک متفقہ رائے اور نقل کرکے ایک حد تک مضمون کی تکمیل کردی جائے گی۔

روز قیامت کا ایک عجیب منظر:

سورۃ قلم کی ایک آیت میں آخرت کے ایک عجیب اور عبرتناک منظر کا نقشہ بڑے موثر اور بلیغ انداز میں کھینچا گیا ہے۔اس عاجز کے خیال میں نماز کی اہمیت کے متعلق قرآن مجید کی وہی سب سے زیادہ موثر آیت ہے،ارشاد ہے :

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَّقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ﴾ [نٓ والقلم]

اس آیت کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جبکہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور اللہ رب العزت کی ایک خاص تجلی (تجلی ساق) ظاہر ہوگی اور لوگوں سے سربسجود ہوجانے کو کہا جائے گا تو اللہ کے جو بندے دنیا میں اس کے حضور میں سجدہ ریز ہوا کرتے تھے (یعنی نمازیں پڑھا کرتے تھے) تو وہ فوراً سربسجود ہوجائیں گے لیکن جو لوگ دنیا میں ہر طرح کی صحت اور توانائی کے باوجود نمازیں نہیں پڑھتے تھے

اور نماز کے لئے دعوت دینے والوں اور پکارنے والوں کی بات نہیں سنتے اور نہیں مانتے تھے وہ ہر چند چاہیں گے کہ کسی طرح سجدہ کرسکیں لیکن اس وقت ان کی کمریں تختے کے مانند کردی جائیں گی اور وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔ اس وقت ذلت وخواری کا عذاب ان پر چھا جائے گا، اور ان کی نگاہیں زمین میں گڑی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے جنہیں عقل وسمجھ کا کوئی حصہ دیا ہے وہ بار بار غور کریں کہ نمازیں نہ پڑھنے والوں کو جہنم کے عذاب سے پہلے سرمحشر رسوائی کا یہ کتنا بڑا عذاب ہوگا۔ اور اس وقت ان کے دلوں پر کیا گزرے گی، ربنا لا تخزنا یوم القیمة

مؤذن کی پکار سن کر بھی نماز کو نہ اٹھنا ظلم اور کفر اور نفاق ہے:

نماز کی دعوت وپکار یعنی اذان کو جو لوگ سنتے ہیں اور اس پر لبیک کہتے (یعنی نماز نہیں پڑھتے) ان کے متعلق حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللّٰہ الی الصلوٰة فلا مجیبه﴾ [رواہ احمد والطبرانی۔ الترغیب]

”ظلم اور سراسر ظلم اور کفر اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو نماز کے لئے اللہ کے منادی (مؤذن) کا بلاوا سنے اور اس کو قبول نہ کرے (یعنی نماز کو نہ جائے)۔“

ترک نماز کے متعلق صحابہ کرامؓ کی عام رائے:

ترک صلوٰۃ کے متعلق صحابہ کرامؓ کی عام رائے یہی تھی کہ یہ عمل اسلام کے منافی اور بالکل کافرانہ عمل ہے، عبداللہ بن شقیقؒ کا بیان ہے کہ:

﴿کان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوٰۃ﴾ [رواہ الترمذی، مشکوٰۃ]

''رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ اہل ایمان نماز کے سوا کسی اور دینی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔''

دین میں نماز کا جو خاص درجہ اور امتیازی مقام ہے اور اللہ کے حکموں پر چلانے اور برائیوں سے روکنے کی یا بالفاظ دیگر پوری اسلامی زندگی کو پیدا کرنے اور نشوونما دینے کی اس میں جو خاصیت ہے جس کی وضاحت صفحات ماسبق میں کی جا چکی ہے اگر آپ نے اسکو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ذہن نشین کرلیا ہے تو مذکورہ صدر تمام ترغیبی وتہدیدی احادیث وآثار کی حقیقت کا سمجھنا آپ کے لئے آسان ہوگا۔اور علی ہذا نماز اور اس کو اچھی طرح ادا کرنے والوں کے متعلق جو حیات بخش بشارتیں قرآن یا حدیث میں وارد ہوئی ہیں ان کا منشاء بھی آپ صحیح طور سے سمجھ سکیں گے۔

مثلاً سورۃ اعلیٰ میں فرمایا گیا ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾

''کامیاب وبامراد ہوا وہ جو کفر وشرک کی گندگی سے پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کر کے نماز پڑھی۔''

فلاح ونجات کے لئے ایمان کے بعد صرف نماز کی شرط لگانے کا منشاء:

پس اس آیت میں اور اس کے علاوہ بھی بعض اور آیات میں صرف ایمان اور نماز کو جو فلاح ونجات کا نصاب بتلایا گیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز کے لئے پوری اسلامی زندگی لازم ہے گویا دین کا یہ مسلمہ ہے کہ جب آدمی حقیقی قسم کی نماز پڑھے تو دین کے تمام دوسرے مطالبات کو ضرور ہی ادا کرے گا۔یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شعور وحضور والی نماز بھی ہو اور اس کے ساتھ فسق وفجور بھی زندگی کا مشغلہ ہو﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ نماز پڑھنے والے سے اگر لغزش بشری کے طور پر گناہ کا ارتکاب بھی ہوگا تو نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا غفلت سوز تصور اور اس کے قہر وجلال کا بار بار خیال اور دھیان اور اس سے پیدا ہونے والا سوز و گداز اور توبہ و استغفار اس کے داغ دھبے تک کو مٹا دیں گے بلکہ عجب نہیں کہ یہ احساسات اس کی ترقی درجات کا مستقل ذریعہ بن جائیں۔﴿إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾

نماز سے تمام گناھوں کی ناپاکی دھل جانے کا راز:

اور غالباً یہی منشاء اور یہی مطلب ہے ان احادیث کا جن میں نمازوں کو (حقیقی اور سچی نمازوں کو) گناہوں سے صفائی اور مغفرت اور معافی کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ارایتم لو ان نهرا بباب احدكم تغتسل فيه كل يوم خمسا هل يبقى من درنه شيء قالوا لا يبقىٰ من درنه شيء قال فذلك مثل الصلوة الخمس يمحوا الله بهن الخطايا﴾ [مشکوۃ]

”بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ مرتبہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ ان کے ذریعے سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔“

مسند احمد میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ان النبي ﷺ خرج زمن الشتاء والورق يتهافت فاخذ بغصنين من شجرة قال فجعل ذلك الورق يتهافت قال فقال يا اباذر قلت لبيك يا رسول الله قال ان العبد المسلم ليصلي الصلوة يريد بها وجه الله فتهافت

عنه ذنوبه كما يتهافت هذا الورق عن هذه الشجرة﴾ [مشکوۃ]

رسول اللہ ﷺ ایک دن سردی کے ایام میں جو خزان کا موسم ہوتا ہے باہر نکلے اور درختوں کے پتے از خود جھڑ رہے تھے آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے پھر آنحضرت ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ بندہ مومن جب خالص اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔

بہر حال نماز اعلیٰ درجہ کی عبادت اور قرب خداوندی کا بلند ترین زینہ ہونے کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں اور گندگیوں کی تطہیر اور پوری اسلامی زندگی کی تعمیر کا ایک عجیب و غریب نسخہ جامعہ بھی ہے۔ بقول سیدنا فاروق اعظمؓ ''وہ دین کا ایسا قلب ہے کہ جو اس کو سنبھال لے گا وہ اپنے پورے دین کو سنبھال لے گا اور جو اس کو ضائع کرے گا اس کا باقی دین بھی برباد ہوگا۔''

نماز کی اہمیت حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نظر میں:

نماز کی یہی وہ بلندیاں اور یہی تاثیرات ہیں جن کی وجہ سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾

''میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسل میں سے بھی۔''

اور اقامت صلوۃ ہی کے عظیم مقصد کے لئے اپنے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو عرب کی بے آب وگیاہ سرزمین میں بسا نا آپ

نے گوارا کیا۔ قرآن مجید میں ان کی یہ عرض داشت محفوظ ہے:

﴿رَبَّنَا إِنِّیْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ﴾

"میرے پروردگار! میں نے اپنی نسل تیرے معظم و محترم گھر کے نزدیک بن کھیتی والی وادی میں بسا دی ہے اے ہمارے پروردگار تا کہ وہ نمازیں قائم کریں۔"

اللہ! اللہ حضرت خلیل علیہ السلام کو اپنی نسل کا نمازوں سے وابستہ رہنا اور نمازیں قائم کرنا کتنا عزیز ہے کہ اس غرض کے لئے اپنے بیوی بچے کو بیت اللہ کے پاس ایک بے آب وگیاہ وادی میں بساتے ہیں۔

اور ایک حضرت خلیل ہی پر منحصر نہیں، اللہ کے سارے ہی پیغمبروں کو نماز اسی قدر عزیز اور محبوب تھی اور سب ہی نے اپنی اپنی امتوں کو نماز کی دعوت دی پھر قرآن مجید ہی کا بیان ہے کہ بعد میں پیدا ہونے والے ان کے نالائق اخلاف نے نمازوں سے بے تعلقی اور بے پروائی اختیار کی اور انہیں کھویا اور اپنی نفسانی خواہشات کے وہ غلام بن گئے۔

نماز کھونے ہی کی وجہ سے اگلی امتوں میں فساد آیا:

سورۃ مریم میں تمام مشاہیر انبیاء و رسل کا نماز کے ساتھ شغف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوْا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ [سورۃ مریم ع:۴]

"پھر پیدا ہوئے ان کے بعد ایسے ناخلف جنہوں نے کھویا اور برباد کیا نماز کو اور غلام ہو گئے نفسانی خواہشات کے، سو یہ عنقریب دیکھیں گے خرابی۔"

اس آیت میں بھی نماز کی اس تاثیر کی طرف کیسا صاف اشارہ ہے کہ وہ شہوات

ومنکرات سے آدمی کی حفاظت کرتی اور صلاح وتقویٰ کی راہ پر اس کو ثابت قدم رکھتی ہے
اور اس کو کھودینے (بالکل نہ پڑھنے) کی وجہ سے آدمی شہوات کا بندہ بن جاتا ہے اور بالآخر
تباہی وبربادی کے گڑھے میں گرتا اس کے لئے ضروری ہے گویا امتوں کی صلاح وفساد
بڑی حد تک نمازوں کے قائم کرنے اور ان کو ضائع کردینے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اپنی امت کو رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت:

غالباً یہی وہ راز اور اگلی امتوں کا سبق تھا جس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ
نے اس دنیا سے جاتے جاتے بار بار امت کو نماز کی وصیت اور تاکید فرمائی ہے یہاں
تک کی ایک صحیح روایت کے مطابق آخری الفاظ جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے
بار بار نکلے وہ یہی تھے کہ:

﴿الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم﴾
”دیکھو! نماز کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور غلاموں باندیوں کے ساتھ
حسن سلوک کا خیال رکھنا۔“

یہاں پہنچ کر اس حقیقت کو پھر یاد کر لیجئے کہ نماز کی یہ تاثیر کوئی جادو اور
چھو منتر کے قبیل کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا راز صرف یہی ہے کہ نماز کے ساتھ اللہ کی یاد
اور اللہ سے وابستگی اور اس کے قرب کا اعلیٰ ذریعہ ہے اور اس طرح سے اللہ کی یاد اور
اس کے ساتھ تعلق ووابستگی آدمی کو اللہ کا محبوب اور اس کی رحمتوں کا مستحق اور سیرت
میں فرشتہ بنادیتی ہے اور اگر کوئی امت اجتماعی طور پر اس کو اپنی زندگی بنالے تو اللہ
تعالیٰ اس قوم اور اس امت کو دنیا ہی میں اپنی خلافت کے منصب پر فائز کرتے ہیں اور
زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے جاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا
وعدہ اور اس کی سنت مستمرہ ہے۔﴿وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا﴾

کسی قوم اور امت کو منصب خلافت پر سرفراز کرانے میں نماز کی جو تاثیر ہے اور اس کے متعلق اللہ کا جو قانون ہے اس کی کچھ تفصیل اور توضیح انشاء اللہ اس رسالہ کے آخر میں کی جائے گی۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ صرف نماز کی اہمیت اور اس کی کارفرمائیوں سے متعلق تھا یا نماز ہی کے متعلق ترغیبی وترہیبی آیات واحادیث کی تشریح تھی، اب معلوم کرنا چاہیے کہ جس نماز کی عظمت وتاثیر کا یہ بیان ہوا اس کی حقیقت کیا ہے اور وہ کس طرح پڑھی جاتی ہے۔

﴿نماز کی حقیقت﴾

حقیقت نماز کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے سہل اور صحیح تر طریقہ یہی ہے کہ آپ اس کے تمام اجزاء وعناصر پر غور کریں، اگر آپ ایسا کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جس کو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

﴿اما الصلوۃ فھی المعجون المرکب من الفکر المصروف تلقاء عظمۃ اللہ ومن الادعیۃ المبینۃ اخلاص عملہ للہ و توجیہ و جھہ تلقاء اللّٰہ وقصر الاستعانۃ فی اللّٰہ ومن افعال تعظیمہ کالسجود والرکوع یصیر کل واحد عضد الاخر ومکملہ والمنہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ﴾

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس کلام کا ماحصل یہ ہے کہ نماز کی حقیقت تین عناصر سے مرکب ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا تفکر واستحضار۔

(۲) چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار کا جو اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ بندہ کی

بندگی اور اسکا عمل خالص اللہ کے لئے ہے اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف کر چکا ہے اور اپنی حاجات میں صرف اللہ ہی سے مدد مانگنا چاہتا ہے۔ اور

(۴) چند تعظیمی افعال جیسے قیام، رکوع، سجود وغیرہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے۔ نیز اپنی اسی کتاب میں دوسرے موقع پر ذکر فرماتے ہیں۔

نماز کی روح :

﴿و روح الصلوة هی الحضور مع اللّٰه والاستشراف للجبروت و تذكر جلال اللّٰه مع تعظيمه ممزوح بمحبة و طمانينة حجة اللّٰه البالغه﴾

"یعنی اللہ کے سامنے حضور اور مسکنیت و محبت آمیز تعظیم کے ساتھ اس کے جلال و جبروت کا تصور اور گہرا دھیان۔ بس یہی نماز کی روح ہے۔"

شاہ صاحب نے نماز کی جو مرکب حقیقت اور پھر اس کی جو روح لکھی ہے واقعہ یہ ہے کہ اتنا اختصار قائم رکھتے ہوئے ان سے بہتر اور جامع الفاظ میں اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔

نماز اللہ کے ساتھ بندے کا راز و نیاز ہے :

صحیح بخاری وغیرہ کی ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

﴿ان احدكم اذا قام فی الصلوة فانه يناجی ربه﴾

اور اہل لغت نے "مناجاۃ" کے معنی بتلایا ہے کسی سے رازدارانہ طریقہ پر خاص باتیں کرنا اور تنہائی میں سرگوشی کرنا۔ اس بنا پر حدیث کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہوگا کہ "تم میں سے کوئی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں اور خاص سرگوشی کرتا ہے" پس نماز کی روح کی ایک تعبیر یہ بھی ہے

کہ وہ بندے کی اپنی مولا سے سرگوشی اور رازدارانہ و نیازمندانہ عرض معروض ہے۔

صلوٰۃ کے اصل لغوی معنی اور نماز کی روح:

نیز خود صلوٰۃ کا لفظ قرآن و حدیث میں عام طور پر نماز کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے بھی نماز کی اس روح کی طرف اشارہ ملتا ہے، اکثر اہل لغت کی تحقیق یہ ہے کہ وہ صلوۃ بمعنی اقبال علی الشیء سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کی طرف پوری طرح سے اور ہمہ تن متوجہ ہونا اور مذکور بالا حدیث کا لفظ یناجی ربہ صلوۃ کے ان دونوں معنی کو یکساں طور پر حاوی ہے۔

خلاصہ بحث:

الحاصل نماز کی حقیقت مرکب تو ہے ان تین چیزوں سے اللہ کی عظمت و جلال کا تفکر و استحضار، مقررہ کلمات کے ذریعہ اپنی عبدیت و عبودیت اور اللہ تعالیٰ کی لا شریک معبودیت اور ربوبیت کا اظہار اور خاص انداز سے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ذریعہ اپنے تذلل و تضرع اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عظمت و رفع کا عملی مظاہرہ۔

لیکن اس سب کی روح یہ ہے کہ نمازی اپنے کو اللہ تعالیٰ کا عبد ذلیل اور لاچار و محتاج بندہ سمجھتے ہوئے ہر طرح کی عظمت و کبریائی کے مالک اس معبود برحق کی انتہائی محبت و تعظیم کے جذبہ کے ساتھ اس کے حضور میں حاضر ہو کے اپنی بندگی و نیازمندی کا اظہار کرے۔

خشوع وخضوع والی نماز ھی حقیقی اور جاندار نماز ھے:

جب نماز کی حقیقت اور اس کی روح یہ ٹھہری تو معلوم ہوا کی حقیقی اور جاندار نماز صرف وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا شعور اپنے تذلل کا احساس اور اللہ کی عظمت و کبریائی اور اس کے جلا و جبروت کا استحضار ہو، جس کے لئے انسان

کے ظاہر و باطن کا خشوع لازمی ہے، اگر خدانخواستہ یہ چیز بالکل حاصل نہ ہو اور اول سے آخر تک ساری نماز غفلت و بے خبری کی ہی کیفیت کے ساتھ پوری ہو تو بلاشبہ یہ نماز بے روح قالب اور بے جان لاشہ ہے۔ اگر چہ اعضاء کی ظاہری حرکات قیام و قعود اور رکوع وسجود کے لحاظ سے اس کو نماز کہہ دیا جائے لیکن یہ ہرگز نماز نہیں ہے۔

خشوع سے خالی نماز کے متعلق ائمہ دین کا فتوی:

بعض ائمہ دین کا کھلا فتوی ہے کہ جو نماز خشوع سے خالی ہو وہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح میں بروایت شیخ ابو طالب مکی حضرت سفیان ثوری ؒ سے نقل کیا ہے:

﴿من لم یخشع فسدت صلوته﴾ "جس کی نماز خشوع سے خالی رہی اس کی نماز فاسد ہے"

اور اسی میں حضرت خواجہ حسن بصری ؒ سے نقل کیا گیا ہے۔

﴿کل صلوة لا یحضر فیها القلب فهی الی العقوبة اسرع﴾

"جو نماز دل کی حضوری کے بغیر غفلت ہی میں ادا کی جائے اس پر ثواب کی امید سے زیادہ عذاب کا اندیشہ ہے۔" [التعلیق]

اور تفسیر ابن کثیر میں سورۃ ماعون کی آیت:

﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾

"بڑی خرابی ہے ان نماز والوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں"

کی تفسیر میں نماز سے غافل ہونے کی متعدد صورتیں بیان کرتے ہوئے آخری دو صورتیں یہ لکھی ہیں: ﴿واما عن ادائها بارکانها و شروطها علی الوجه المامور به واما عن الخشوع فیها و التدبر لمعانیها فاللفظ یشمل ذلک کله ولکل من اتصف بشیء من ذلک قسط من هذه الایة﴾ [تفسیر ابن کثیر]

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی نمازوں کو اچھی طرح ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرنے سے غفلت یا جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع پیدا کرنے کی فکر نہیں کرتے اور جو کچھ نماز ہی میں پڑھا جاتا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے وہ بھی اس آیت کے مصداق ہیں اور جس "ویل" یعنی جس خاص قسم کی سزا اور خاص نوع کے عذاب کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے ان کو بھی اس عذاب اور سزا میں حصہ ملنے والا ہے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

مشہور عارف امت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی قدس سرہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق (جو بے سمجھے بوجھے اور غفلت ولاپروائی سے نمازیں پڑھتے ہیں ایک اصلاحی نظم میں فرماتے ہیں۔

و کم من مصل ماله من صلاته

سوی روية المحراب والكد والعنا

"بہت سے ایسے نمازی ہیں کہ مسجد کی محراب (در و دیوار) دیکھنے اور خواہ مخواہ کی تکلیف ومشقت اٹھانے کے سوا ان کی نمازوں کا کوئی حاصل نہیں۔"

نیز اسی کے متعلق ایک دوسرے بزرگ کے چند شعر ہیں:

تصلی بلا قلب صلوة بمثلها

يصير الفتى مستوجبا للعقوبة

"اے غافل! تو بلا دل لگائے ایسی نماز پڑھتا ہے کہ اس قسم کی نماز سے آدمی سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔"

فويلك تدری من تناجی معرضا

وبين يدی من تنحنی غير مخبت

"افسوس ہے تجھ پر تو جانتا ہے کہ کس سے تو بے توجہی سے باتیں کر رہا ہے

اور کس کے سامنے بیدلی سے جھک رہا ہے۔"

تخاطبه ایاک نعبد مقبلا

علیٰ غیره فیها لغیر ضرورة

"تو ایاک نعبد کہہ کر اس سے خطاب کرتا ہے اور اسی حالت میں بلا ضرورت تیرا دل دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے۔"

ولو رد من ناجاک للغیر طرفه

تغیرت من غیظ علیه وغیرة

"اور واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے بات کرتے ہوئے دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تو مارے غصے اور غیرت کے تو پھٹ پڑے"

اما تستحیی من مالک الملک ان یری

صدودک عنه یا قلیل المروة

"اور بے حیا اور بے مروت! تجھے اس مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ وہ تیری اس غفلت اور بے توجہی کو دیکھتا ہے"

صلوة اقیمت یعلم اللّٰه انها

بفعلک هذا طاعة کا الخطیئة

"جو نماز اس طرح ادا کی گئی ہو خدا جانتا ہے کہ وہ تیری اس غفلت کی وجہ سے گناہ کے درجہ میں ہے"

الغرض غفلت اور بے خبری والی نماز (جس میں خشوع نہ ہو اور نہ اس کی خبر ہو کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے کیا کیا (عرض کیا) محض ظاہری اور سطحی نماز ہے حقیقی نماز نہیں ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ بہت ہی ناقص درجہ کی نماز ہے اور نماز کے جو

فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں، وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں ہے۔

اقامت صلوۃ کے معنی:

قرآن مجید میں جہاں کہیں نماز کا حکم ہے، یا جہاں جہاں نماز کا ذکر مدح و ستائش کے ساتھ کیا گیا ہے تو وہاں اقامۃ الصلوۃ ہی کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ مثلاً ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ،اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ، اَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ ، یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ، وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ اور اِقَامَةِ الصَّلٰوۃَ﴾ کے معنی عبداللہ بن عباس کی تصریح کے مطابق یہ ہیں کہ:

"نماز میں رکوع وسجود اچھی طرح سے کیا جائے قرآن مجید کی تلاوت کا بھی حق ادا کیا جائے اور پوری طرح متوجہ ہوکر خشوع کے ساتھ نماز پڑھی جائے"۔

ظاہر ہے کہ اقامت صلوۃ کا یہ مطالبہ ہماری ان بے روح نمازوں سے کیونکر ادا ہوسکتا ہے جو شعور وحضور کی کیفیت سے خالی ہو اور از اول تا آخر غفلت و بے خبری کی صفت کے ساتھ پڑھی جاتی ہو۔

نیز قرآن مجید ہی میں اسی نماز کو ذریعہ فلاح بتلایا گیا ہے جو خشوع کی صفت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

"کامیاب وبامراد ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں"

اور اسی کی تفسیر اور شرح سمجھنا چاہئے اس حدیث کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے: ﴿خمس صلوۃ افترضهن اللّٰه تعالیٰ من احسن وضوئهن واتم رکوعهن خشوعهن کان له علی اللّٰه عهد ان یغفر له ومن لم یفعل فلیس له علی اللّٰه عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه﴾[مشکوۃ]

پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کے لئے وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع وسجود بھی جیسے کرنا چاہئے ویسے ہی کیا اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیگا اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی ان شرائط کے ساتھ نماز کو ادا نہ کیا) تو اس کے لئے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہیگا تو اس کو بخش دیگا اور چاہیگا تو اس کو سزا دیگا۔
بہر حال اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر وقیمت صرف خشوع وحضور والی نماز ہی کی ہے۔

نمازوں میں خشوع کیونکر پیدا ہو:

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے نماز میں خشوع وحضور کی اہمیت تو قارئین کرام پر واضح ہو چکی، اب خشوع وحضور کے ساتھ نماز ادا کرنے کا طریقہ اور اس کی بعض تدابیر عرض کی جاتی ہیں۔

جب اذان کی آواز کان میں آئے تو ایمان والوں کو چاہئے کہ ادب کے ساتھ ادھر متوجہ ہو جائیں اور خیال کریں کہ یہ پکارنے والا، اللہ تعالیٰ مالک الملک کی طرف سے پکار رہا ہے اور اس کے دربار میں حاضری اور اظہار عبودیت کے لئے بلا رہا ہے۔

پھر جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر اور اشهد ان لا اله الا الله کہے تو اللہ کی بے انتہاء عظمت وکبریائی اور اس کی لاشریک الوہیت کے تصور کو تازہ کرتے ہوئے خود بھی دل وزبان سے یہی کلمات کہیں اور اگر بالفرض کسی کام میں مشغول ہوں یا کسی خدمت میں لگے ہوئے ہوں تو یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ سب سے برتر وبالا ہے اور اس کی عبادت کا حق سب سے مقدم اور اہم ہے نماز کے واسطے اس کام کو ملتوی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

پھر جب مؤذن اشهد ان محمد رسول الله کہے تو حضور ﷺ کی

رسالت کے یقین کو دل میں تازہ کرتے ہوئے اور رسالت کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے دل سے بھی یہی شہادت ادا کریں۔

پھر جب مؤذن حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو خیال کریں کی یہ مؤذن حضور ﷺ کی تعلیم ہے، بلکہ گویا آپ ﷺ ہی کی طرف سے ہم کو نماز کے لئے بلا رہا ہے جس میں سراسر ہمارا بھلا ہے بلکہ اسی پر ہماری نجات اور کامیابی کا انحصار ہے، پھر اپنے نفس اور اپنی روح کو مخاطب کر کے مؤذن کا یہ ہی پیغام خود اپنی زبان سے دھرائیں۔

پھر اخیر میں جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر ،لا الہ الا اللہ تو اپنی زبان سے بھی ان کلمات کو دھراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور لاشریک الوہیت وربوبیت کا تصور پھر دل میں تازہ کریں اور خیال کریں کہ ایسے عظمت وجلال والے مالک الملک لاشریک لہ کے دربار میں حاضری اور اس کی بندگی کتنی بڑی سعادت ہے اور اس میں غفلت وکوتاہی کس قدر کمینگی اور کتنی محرومی اور کیسی شقاوت ہے۔

پھر اس مالک الملک کے قہر وجلال کے تصور سے لرزتے ہوئے اور اس کی شان رحیمی وکریمی سے لطف وکرم اور عفو ورحم کی امید کرتے ہوئے نہایت عاجزی اور مسکنت اور خوف وادب کی کیفیت کے ساتھ مسجد کی طرف چل دیں اور اس چلنے کے وقت قیامت کے دن قبر سے اٹھ کر میدان حشر اور مقام حساب کی طرف چلنے کو یاد کر کے قلب میں ایک بیم وامید کی سی کیفیت پیدا کریں۔

پھر جب مسجد میں داخل ہونے لگیں تو تصور کریں کہ یہ خانہ خدا اور مالک الملک کا دربار ہے اور یہاں کا ادب یہ ہے کہ داہنا پاؤں پہلے اندر رکھا جائے یہ خیال کر کے داہنا پاؤں پہلے مسجد میں رکھیں اور دعا کریں۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ﴾
میرے مالک ! میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دیں۔

پھر اگر وضو کرنا ہو تو یہ خیال کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پاک وصاف ہو کر حاضر ہونا چاہئے جیسا کی اس کا حکم ہے نیز احادیث نبویہ میں وضو کے جو فضائل آئے ہیں مثلاً یہ کہ ''وضو کے وقت اعضاء وضو کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں'' اور مثلاً یہ کہ ''قیامت میں اعضاء وضو روشن اور منور ہوں گے جس کے ذریعہ سے اس امت کے نمازی تمام دوسرے لوگوں کے لحاظ سے ممتاز ہوں گے اور یہ انکی خاص نشانی اور پہچان ہوگی''۔ سو وضو کے وقت ان فضائل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی پوری امید کرتے ہوئے وضو کریں اور سنن و مستحبات کی کماحقہٗ رعایت رکھیں بالخصوص مسواک کا ہمیشہ اہتمام کریں اور یہ خیال کریں کہ اپنے مولا سے اسی منہ سے کچھ عرض کرنا ہے اور اس کا پاک کلام اس کے حضور میں پڑھنا ہے اس لئے مسواک کے ذریعہ منہ کے صاف کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

گر ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

رسول اللہ ﷺ خود بھی مسواک کا حد سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی بہت تاکید فرماتے تھے اور اس کے بڑے فضائل اور فوائد بیان کرتے تھے۔

پھر وضو کرنے والا جب اس طرح وضو کر کے فارغ ہو جائے تو خیال کرے کہ یہ تو میں نے صرف ظاہری طہارت کی ہے۔ اس سے زیادہ ضروری باطن کی طہارت ہے یعنی گندے ارادوں اور ناپاک خیالات سے اور گناہوں کی ناپاکی سے اپنے دل کی

طہارت، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہاتھ پاؤں اور چہروں سے زیادہ دلوں کو دیکھتا ہے پس بڑا احمق اور بیوقوف ہے وہ انسان جس نے اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں وغیرہ چند ظاہری اعضا تو دھو لئے لیکن دل کی صفائی اور پاکی کی کوئی فکر نہ کی حالانکہ جس مالک ومولا کے سامنے اسکو حاضر ہونا اور جس سے کچھ عرض ومعروض کرنا ہے وہ سب سے زیادہ دلوں ہی کو پاک اور صاف دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی پاکی کا خاص ذریعہ توبہ و استغفار ہے پس وضو کے بعد تمام گناہوں سے توبہ واستغفار بھی کرے۔

پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہونے لگے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے والی اپنی پیشی کو یاد کرے اور ندامت وحیا اور خوف سے اس کے دل کی حالت وہ ہونی چاہئے جو نہایت محسن آقا کے سامنے حاضر ہوتے وقت کسی بھاگے ہوئے خطا کار غلام کی ہوتی ہے نیز نماز کے فضائل کا بھی دھیان کریں۔ خصوصا اس کی یہ فضیلت یاد کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضوری اور انتہائی قرب کا خاص موقع ہے اور یہ کہ قیامت میں نماز ہی کی اچھائی یا برائی پر آدمی کی سعادت کا یا شقاوت کا فیصلہ ہونے والا ہے پھر یہ خیال کرے کہ کیا خبر ہے یہی نماز میری آخری نماز ہو اور اس کے بعد کوئی نماز پڑھنی مجھے نصیب نہ ہو، لہٰذا بہتر سے بہتر نماز ادا کرنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگے۔

پھر جب قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جائے تو خیال کرے کہ جس طرح میں نے اپنے جسم کا رخ بیت اللہ کی طرف کر لیا ہے جو ہمارے جسموں کا قبلہ ہے اسی طرح میرے دل کا رخ پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ ہی کی طرف ہونا چاہئے جو قلوب وارواح کا قبلہ ہے یہ خیال کر کے دل وزبان سے کہے:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ ط لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

میں نے اپنا رخ کامل یکسوئی کے ساتھ اس اللہ کی طرف پھیر دیا جس نے زمین وآسمان پیدا کئے ہیں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب العلمین ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کا حکم ہے اور میں اس کا حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔

اس کے بعد نماز شروع کرے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عظمت وکبریائی کا تصور کرتے ہوئے اور اپنی ذلت وبیچارگی اور تمام ماسوی اللہ کی بے حقیقی کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دل وزبان سے کہے اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے۔ ہر طرح کی کبریائی اور برتری اسی کے لئے ہے اس تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا زیادہ سے زیادہ دھیان اور دل میں زیادہ سے زیادہ خشوع اور تذلل کی کیفیت ہونی چاہئے بعض عارفین نے لکھا ہے کہ پوری نماز کی اجمالی حقیقت اللہ اکبر میں سمٹی ہوئی ہے اور ساری نماز اسی اللہ اکبر کے معنی کی تفصیلی اور عملی صورت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کھڑا ہوا تصور کرکے اول ثناء پڑھے اور اس خیال کے ساتھ پڑھے کہ حق تعالیٰ اپنی خاص کریمانہ شان کے ساتھ متوجہ ہے اور سن رہا ہے۔

﴿سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ﴾

”اے میرے اللہ پاک ہے تیری ذات اور تیرے ہی لئے ہیں ہر تعریف اور برکت والا ہے تیرا نام اور اونچی ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

اور پھر یہ خیال کرے کہ شیطان ہمارے دین اور ایمان کا اور خاص طور سے ہماری نمازوں کا بڑا سخت دشمن ہے اور وہ ہماری گھات میں ہے اور میں آگے جو کچھ اپنے رب سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ اس میں ضرور خرابی ڈالنے کی کوشش کرے گا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کے شر سے میری حفاظت فرما سکتا ہے، غرض اپنے آپ کو شیطان کے بچاؤ سے عاجز سمجھ کر اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور عرض کرے۔

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

"میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔"

اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اَلْحَمْدُ شروع کرے اور ایک ایک آیت کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پورے خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھا جائے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان فرمایا کہ بندہ جب نماز میں یہ کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ﴾ (میرے بندے نے میری حمد کی) پھر جب کہتا ہے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (جو بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ﴾ (میرے بندے نے میری صفت بیان کی) پھر جب کہتا ہے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (جو یوم جزا کا مالک ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ﴾ (میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی) پھر جب کہتا ہے ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ﴾ (اس میں میرے بندے نے میری توحید کا اقرار کیا اور اپنے واسطے مجھ سے مدد مانگی، میرے بندے کو اس کی مانگ ملے گی) اس کے بعد جب

بندہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿هٰذَا لِعَبْدِىْ وَلِعَبْدِىْ مَا سَاَلَ﴾ (میرے بندہ نے اپنے لیے مجھ سے ہدایت مانگی اور میرے بندہ کی یہ مانگ پوری کی جائے گی۔

پس نماز پڑھنے والوں کو چاہئے کہ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت کو سمجھ سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر اس تصور کے ساتھ نماز پڑھے کہ اللہ تعالیٰ میری سن رہے ہیں اور مذکورہ بالا احادیث کے مطابق میری ہر بات کا جواب دے رہے ہیں چنانچہ جب ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ پر پہونچے اور اللہ تعالیٰ کے اس جواب کا خیال آئے کہ: "میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا" تو یہ تصور کرکے کہ میری سب سے بڑی حاجت اور سب سے اہم ضرورت صراط مستقیم کی ہدایت اور دین حق پر چلنا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے گا وہ اس کو عطا کرنے کا وعدہ فرمارہا ہے دل کی پوری تڑپ کے ساتھ اس رب کریم سے عرض کرے۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ آمین

اے اللہ! ہم کو سیدھے راستہ پر چلا ان اچھے بندوں کے راستے پر جن پر تو نے فضل فرمایا نہ ان کے راستے پر جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستہ پر۔ اے اللہ میری یہ دعا قبول فرما۔

اس کے بعد جو سورت پڑھنی ہو پڑھے اور یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی میری دعا کا جواب ہے جو خود میری زبان سے کہلوایا جارہا ہے۔ قرآن شریف کی جو بھی چھوٹی بڑی سورت پڑھی جائے یا جہاں سے بھی اس کی دو چار آیتیں پڑھی جائیں لازماً اس میں ہماری ہدایت کا کوئی نہ کوئی سبق ہوگا یا تو اللہ تعالیٰ کی توحید

تسبیح و تقدیس اور اس کی صفات عالیہ کا بیان ہوگا یا قیامت و آخرت کا ذکر ہوگا یا عبادات اور اخلاق کا یا معاملات و معاشرت کے اچھے اصولوں کی تلقین ہوگی، یا گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے سبق آموز واقعات ہوں گے، غرض قرآن شریف کی ہر آیت میں ضرور بالضرور ہمارے لئے کوئی خاص ہدایت ہوگی۔

پس نمازی سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی جو بھی سورۃ یا آیت بھی پڑھے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی دعا کا جواب سمجھے اور اپنے آپ کو مثل شجرہ موسوی کے تصور کرے (یعنی اس درخت کی مانند جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی طویٰ میں حق تعالیٰ کا کلام سنا تھا) درحقیقت کلام اللہ پڑھنے والے ہر مومن پر اور بالخصوص نماز میں قرآن شریف پڑھنے والے مؤمنین پر) اللہ تعالیٰ کے ہزاروں بڑے بڑے احسانات میں سے ایک بڑا احسان وانعام یہ بھی ہے کہ شجرہ موسوی والی سعادت عظمیٰ ان کو حاصل ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور ازلی مقدس کلام کو اپنی زبان سے ادا کرنا اور دہرانا نصیب ہوتا ہے۔

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

پھر جب قرأت ختم کر چکے تو شکر کے جذبہ سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وراء الوریٰ شان کبریائی کا دھیان کرتے ہوئے اور اپنے کو اس کی عبادت اور اس کے شکر کی کما حقہ ادائیگی سے قاصر سمجھتے ہوئے اللّٰہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور سر نیاز اس کے آگے جھکائے اور اپنی ذلت وحقارت اور حق تعالیٰ کی بے انتہاء عظمت وجلالت کا تصور کر کے دل وزبان سے بار بار کہے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

پاک ہے میرا عظمت والا پرودگار　　　پاک ہے میرا عظمت والا پرودگار

پاک ہے میرا عظمت والا پرودگار

اس کے بعد سر اٹھائے اور کہے ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ﴾ (اللہ نے حمد کرنے والی کی سن لی) یہ کلمہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور جواب کے ہے، جو بندے ہی کی زبان سے کہلوایا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے بندے تیری حمد کو تیرے رب نے سن لیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدر افزائی اور یہ بندہ نوازی معلوم کر کے بندہ کو چاہئے کہ اس کے تمام ظاہر و باطن پر حمد و شکر کا جذبہ طاری ہو جائے اور وہ دل و زبان اور جسم و جان سے کہے ﴿رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ﴾ (اے میرے پرودگار! ساری حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ کی وراء الوراء عظمت و کبریائی اور اپنی بے حقیقی اور شکر و عبادت کا حق ادا کرنے میں اپنی عاجزی اور کوتاہی کا تصور کرتے ہوئے دل و زبان سے اللّٰہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں گر جائے اور اپنی پیشانی (جو اس کے جسم کا سب سے اعلیٰ اور اشرف حصہ ہے اللہ کے حضور میں زمین پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عظمت و رفعت کے سامنے اپنی انتہائی ذلت و پستی اور بندگی و سر افگندگی کی عملی شہادت دے اور اللہ تعالیٰ کے بے انتہا جلال و جبروت کا تصور کر کے اپنے کو اس کا عبد ذلیل اور خاک پر پڑا ہوا ایک کیڑا سمجھتے ہوئے اسی حالت میں بار بار دل و زبان سے کہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى　　　پاک ہے میرا پرودگار جو بہت برتر اور بالاتر ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى　　　پاک ہے میرا پرودگار جو بہت برتر اور بالاتر ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى　　　پاک ہے میرا پرودگار جو بہت برتر اور بالاتر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے سجدے سے اعلیٰ و ارفع اپنے سجدے اور اپنی

عبادت کو اس دربار رحمانی کی شان کے لحاظ سے نہایت ناقص اور نا قابل قبول سمجھتے ہوئے ندامت اور اعتراف قصور کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھائے اور سیدھا بیٹھنے کے بعد پھر اسی تصور دتاثر کے ساتھ اللّٰہ اکبر کہہ کر دوبارہ سجدے میں گر جائے اور اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی بے نہایت رفعت وعظمت اور اپنی انتہائی حقارت وذلت کے خیال میں ڈوبا ہوا اور اس کو ہر کمزوری اور ہر نا مناسب بات سے پاک اور اپنے کو سراسر گندگیوں اور عیبوں کا مجموعہ اور نہایت حقیر اور خطا کار بندہ تصور کرتے ہوئے پھر بار بار دل وزبان سے کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پھر یہ تصور کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہمارے ان سجدوں اور ہماری عبادات سے بہت بالا اور برتر ہے۔ اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور جن تصورات کے ساتھ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھی تھی اس رکعت میں پھر اسی طرح سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھے اور مذکورہ صدر تفصیل کے مطابق رکوع وسجدہ کرے غرض ہر رکعت میں اسی طرح کرے۔ پھر جب بیٹھ کر تشہد پڑھنے کا وقت آئے تو دل کو پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ کر کے عرض کرے۔

﴿اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ﴾

ادب وتعظیم کے سارے کلمے اللہ ہی کے لئے ہیں اور تمام عبادات اور تمام صدقات اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سلام ہو تم پر اے نبی ﷺ اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں سلام ہو تم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی قابل

عبادت نہیں سوا اللہ کے اور شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔

اور قعدہ اخیر میں تشہد پڑھنے کے بعد یہ خیال کر کے رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے کہ اس دربار خداوندی تک ہم کو رسائی رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی سے حاصل ہوئی ہے اور ہمارا ایمان و اسلام اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا تعلق حضور ﷺ ہی کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہے اور آپ ہی ہمارے ہادی اوّل ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی حضور ﷺ کو اس ہدایت و رہنمائی کا اور اس سلسلہ کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا بدلہ دے سکتا ہے۔ لہٰذا دعائے رحمت یعنی درود کی شکل میں آپ کے احسان کا اعتراف کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے عرض و معروض کے اس سلسلے کو ختم کر دینا بڑی بے مروتی اور احسان فراموشی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو جو درود شریف تعلیم فرمائی تھی اور جو عام طور سے نمازوں میں پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے :

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾

اے اللہ ! حضرت محمد ﷺ پر ان کی آل پر (یعنی ان کے متعلقین پر) اپنی خاص رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہل پر رحمت کی تو قابل حمد ہے اور صاحب حمد ہے اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برکتیں نازل کیں تو قابل حمد ہے اور صاحب مجد ہے۔

درود شریف پر گویا نماز پوری ہو گئی مگر اس کو اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے لحاظ سے نہایت ناقص اور نا قابل اعتبار سمجھتے ہوئے اور اس بارہ میں اپنے کو سراسر قصوروار اور خطا کار تصور کرتے ہوئے اپنے اندر خوف اور دل شکستگی کی کیفیت پیدا کرے اور نہایت الحاح اور تضرع کے ساتھ حق تعالیٰ سے عرض کرے :

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

اے اللہ ! میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا میں سخت قصور وار ہوں اور صرف تو ہی گناہوں کو معاف کرنے والا ہے پس تو مجھے معافی دے دے محض اپنے فضل سے اور مجھ پر رحم فرما، یقیناً تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو ان کی درخواست پر نماز ہی میں پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی۔ صحیح بخاری

اس دعاء و استغفار ہی کو اپنی نماز کا خاتمہ بنائے اور اس کے بعد سلام کے ذریعہ نماز ختم کر دے، داہنی جانب کے سلام میں داہنی جانب کے رفقاء نمازی اور فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں جانب کے سلام میں اس جانب والوں کی۔ اور امام جس جانب ہو اس کی نیت اسی جانب کے سلام میں کرے۔

یہ ظاہر ہے کہ سلام کا اصل موقع ابتدائے ملاقات ہے، یعنی جدا ہونے کے بعد جب دو مسلمان باہم ملیں تو انہیں سلام کا حکم ہے، پس نماز کے ختم پر دو طرفہ سلام کی مشروعیت میں ہمارے لئے اشارہ ہے کہ ہم پوری نماز میں اس قدر یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس سے مناجات اور عرض معروض میں ایسے غرق رہیں کہ اپنے گرد و پیش کی دنیا سے بھی حتی کہ اپنے ساتھ کے فرشتوں سے بھی منقطع اور غائب

ہو کر گویا کسی دوسرے عالم میں ہیں، اور نماز کے ختم پر گویا اس عالم سے پلٹ کر تازہ ملاقات کرتے ہیں اور دائیں بائیں کے رفیقوں اور فرشتوں کو سلام کرتے ہیں۔

سلام پھیرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ میری یہ نماز بہت ناقص ہوئی اور اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے معاف نہ فرمائے تو میں اس پر سزا کا مستحق ہوں بہر حال یہ خیال کر کے شرم وندامت اور خوف کے جذبہ کے ساتھ اپنی نماز کی کوتاہیوں اور دوسری عام معصیتوں سے معافی مانگے اور عفو ودرگزر کی التجا کرے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ ایسی آواز سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے تھے کہ پیچھے لوگ بھی آپ کا اس استغفار کو سن لیتے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقبول بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے:

﴿کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ راتوں کو بہت کم سوتے ہیں بلکہ راتوں کا زیادہ حصہ اللہ کی عبادت اور اس کی یاد میں گزارتے ہیں اور پھر سحر کے وقت اس سے معافی مانگتے ہیں، گویا رات بھر کی عبادت کے بعد اپنے کو قصوروار اور خطا کار گردانتے ہوئے اپنے مالک و مولیٰ سے اپنے گناہوں اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ بہر حال ایمان والوں کا یہی حال ہونا چاہئے کہ اپنی طرف سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کریں اور سلام پھیرنے کے بعد اپنے قصور اور اپنی کوتاہ کاری کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اس سے بخشش دینے کی التجائیں کریں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو چاہیں دعائیں مانگیں۔

نماز کی کیفیات اور دوران نماز کے جذبات وتصورات کے متعلق جو کچھ یہاں تک عرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ اس سلسلہ کی انتہائی باتیں نہیں ہیں، بلکہ زیادہ تر

عموی اور اوسط درجہ ہی کی چیزیں ہیں تاہم آج کل کے حالات میں جبکہ ہماری نمازیں عموماً صرف ظاہری اور رسمی ہی رہ گئی ہیں اور ان میں سے روح نکلتی جا رہی ہے، اگر ہم اس درجہ کی نمازیں پڑھنے کی بھی کوشش کریں تو ہماری روحوں کی پاکیزگی، ہماری سیرتوں کی درستی اور ہمارے حالات میں نہایت اعلیٰ تبدیلی یقینی ہے۔

قرآن مجید میں نماز کی جو یہ تاثیر بتلائی گئی ہے کہ مثلاً وہ برے کاموں اور گندی باتوں سے آدمی کو روک دیتی ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

یا مثلاً یہ کہ وہ آدمی سے گناہوں کی گندگی کو دھو کر اس کو پاک وصاف کر دیتی ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾

یا مثلاً یہ کہ نماز کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص عنایات حتیٰ کہ مقام معیت کا مستحق ہو جاتا ہے ﴿إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ﴾

یا مثلاً یہ کہ نماز سخت سے سخت مصائب ومشکلات کا علاج اور اللہ تعالیٰ کی خاص پناہ کا دائرہ ہے: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (وفي الحديث) أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَزِعَ إِلَى الصَّلٰوةِ﴾

یا مثلاً اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والی قوم کو اپنی خاص مدد کے ذریعہ فتح اور غلبہ دیتا ہے اور اس کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾

غرض نماز کی اس قسم کی جتنی تاثیریں قرآن مجید یا احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ سو یہ انہیں خشوع وخضوع والی نمازوں کی تاثیریں ہیں، جو کم از کم مذکورہ صدر کیفیات وجذبات کے ساتھ ادا کی جائیں، اور یہی نمازیں ہیں جو "معراج المؤمنین"

کا مصداق ہوتی ہیں ورنہ جس طرح کی خشوع وخضور سے خالی نمازیں عام طور سے پڑھتے ہیں، چاہے احکام ظاہر کے سے ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ نمازیں نہیں ہوتیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ نمازیں بے جان اور بے روح ہیں۔

امام احمدؒ اپنے رسالہ الصلوۃ وما یلزمھا میں فرماتے ہیں:

﴿قَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُّوْنَ وَلَا يُصَلُّوْنَ﴾

حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ بظاہر نمازیں پڑھیں گے لیکن درحقیقت نمازیں نہ پڑھتے ہوں گے"۔

بہرحال نماز کے ظاہری ارکان قیام ،قرأت ،رکوع وسجود وغیرہ کے علاوہ خشوع وخضور کی کیفیت کو بھی نماز میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہی باطنی کیفیت نماز کی روح اور اس کی جان ہے اور اسی پر نماز کی مقبولیت اور محبوبیت کا دارومدار ہے اور یہی چیز آدمی کو خدا سے قریب کرتی ہے اور اس کی خاص رحمتوں اور نعمتوں کا مستحق بناتی ہے۔

نماز کے اجزاء وعناصر کی ایک تمثیل اور خشوع وحضور کی اھمیت:

نماز میں خشوع وخضور کی اہمیت کو ذیل کی تمثیل سے غالبا آپ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

جس طرح انسان بہت سے اجزا کا مجموعہ ہے مثلاً اس میں روح ہے جو ہم کو نظر بھی نہیں آتی مگر وہی انسان کا سب سے اہم جز ہے اور اسی سے اس کی زندگی قائم رہتی ہے علی ہذا جگر ،معدہ ،قلب ودماغ واعضاء ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی جاتا ہے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا پھر ان کے علاوہ ہاتھ ،پاؤں ،آنکھ ،کان ،ناک زبان یہ

ایسے اعضاء ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اگر چہ ہر ایک پر انسان کی زندگی موقوف نہیں لیکن پھر بھی ان کی خاص اور غیر معمولی اہمیت ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی ماؤف ہوجائے تو آدمی میں بڑا نقصان ہوجاتا ہے اور انسانیت کے بہت سے مقاصد فوت ہوجاتے ہیں۔ پھر ان کے علاوہ کچھ ایسے اجزاء ہیں جن کو صرف خوبصورتی ہیں دخل ہے اور ان کے نہ ہونے یا خراب ہونے سے آدمی بدصورت اور قبیح النظر معلوم ہونے لگتا ہے کہ داڑھی کے بال پلکوں کے بال، ناک یا کان کا خارجی حصہ وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان سب کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو صرف کمال حسن میں دخل ہے مثلاً اچھی ناک، بلند پیشانی، کمان دار بھوئیں، رنگ میں سپیدی اور سرخی کی آمیزش وغیرہ وغیرہ۔

بالکل اسی طرح نماز کے بھی بہت سے اجزاء ہیں جن میں بعض بعض سے زیادہ اہم ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی لاشریک الوہیت اور اس کی شان رحیمی وقہاری کا تصور کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کا قصد اور اس کی عبادت کا ارادہ (یعنی نیت جو قلب کا فعل ہے) اور دوران نماز میں اس کی عظمت و کبریائی اور اپنی ذلت و پستی کا دھیان اور فی الجملہ خشوع و خضوع کی کیفیت یہ سب بمنزلہ روح کے ہیں لہذا بالفرض کوئی نماز ان سے بالکل خالی ہو تو یقیناً وہ بے روح نماز ہے، اور اس کی مثال بالکل اس انسانی ڈھانچے کی سی ہے جس کے ظاہری اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ صحیح و سالم ہوں لیکن اس میں سے روح نکل چکی ہو الغرض نماز میں نیت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان اور خشوع کی کیفیت کا درجہ وہی ہے جو انسان کے وجود میں روح کا ہے۔

پھر قیام و قرأت، رکوع و سجود وغیرہ ارکان نماز کی حیثیت بالکل وہ ہے جو انسانی ہیکل میں دل و دماغ اور جگر و معدہ جیسے اعضاء رئیسہ کی ہے، پس جس طرح ان اعضاء میں سے اگر ایک بھی نکال دیا جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح نماز

کے ارکان میں سے اگر کوئی رکن فوت ہو جائے تو نماز باقی نہ رہے گی۔

تیسرا درجہ واجبات کا ہے، ان میں سے کسی کے فوت ہو جانے سے نماز ایسی ہی ناقص ہو جائے گی جیسے کہ ظاہری اعضاء، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ کے جاتے رہنے سے انسان ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے۔

چوتھا درجہ سنن و مستحبات کا ہے، پس نماز میں جو چیزیں سنت اور مستحب درجہ کی ہیں، ان کے فوت ہو جانے سے ایسی ہی کمی اور بدصورتی آجاتی ہے جیسا کہ بھوؤں یا پلکوں کے بال گر جانے سے یا ناک کان یا ہونٹ کا کوئی حصہ کٹ جانے سے آدمی بدصورت ہو جاتا ہے۔

پانچواں درجہ آداب اور لطائف کا ہے، مثلاً یہ کہ نماز کے افتتاح یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت اور قیام کے دوران میں نمازی کے ظاہر و باطن کی کیفیت کیا ہو، قرأت کس طرح اور کن رعایات اور کیفیات کے ساتھ کرے، پھر رکوع اور قومہ اور سجدہ اور جلسہ اور قعدہ میں اور ان کے درمیانی انتقالات میں ظاہر و باطن کی کیا کیفیت ہو، یہ سب نماز کے آداب اور لطائف ہیں اور ان کی حیثیت وہی ہے جو انسان کے ظاہری و باطن محاسن کی ہوتی ہے اور جس طرح ظاہری و باطنی کمالات اور محاسن کی کمی بیشی آدمی کے درجہ کو گھٹاتی اور بڑھاتی ہے اسی طرح نمازوں کا درجہ بھی ان آداب و لطائف ہی کے لحاظ سے ادنیٰ یا اعلیٰ ہوتا ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات ایک صف میں برابر برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے دو آدمیوں کی نمازوں میں (ان آداب و لطائف ہی کی کمی بیشی سے) قطرہ و سمندر اور ذرہ و پہاڑ کا سا فرق ہو جاتا ہے۔

❀……❀……❀
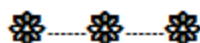
ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

بعض پڑھے لکھے لوگوں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ کتب فقہ میں خشوع وخضوع جیسی باطنی کیفیات کا ذکر نہ پانے کی وجہ سے ان چیزوں کو نماز میں بہت زیادہ اہم اور ضروری نہیں سمجھتے بلکہ صرف تکمیلی درجہ کی چیزیں سمجھتے ہیں، گویا ان کے نزدیک خشوع وخضوع والی اور خشوع وخضوع سے خالی نماز میں صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے، غالباً ان کے اس مغالطہ کی اصل بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے کتب فقہ کو دین کا پورا نصاب سمجھ لیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ جو چیز فقہ کی ان کتابوں میں نہیں لکھی گئی ہے وہ دین میں ضروری درجہ کی چیز ہی نہیں ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ فقہ کا موضوع انسان کے اعمال کا صرف ظاہری پہلو ہے اور اس لئے حضرات فقہاء اپنی کتابوں میں ظاہری ارکان وشرائط ہی کا ذکر کرتے ہیں اس بارہ میں ان کی مثال اطباء اور ڈاکٹروں کی سی ہے جس طرح وہ انسانوں کی صرف ظاہری اور جسمانی صحت وبیماری سے بحث کرتے ہیں اور اسی کے متعلق ہدایات دیتے ہیں، دوائیں تجویز کرتے اور پرہیز بتلاتے ہیں اور انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے اس طرح فقہ میں مسلمانوں کے صرف ظاہری اعمال سے ظاہری احکام ہی کے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے اور فقہائے کرام صرف ظاہری شرائط وارکان کے لحاظ سے عمل کا صحیح ہونا یا نہ ہونا بتلاتے ہیں باقی اعمال کی روحانیت مثلاً اخلاص اور احتساب کے ساتھ ان کو ادا کرنا اور ادائیگی کے وقت خشوع وخضوع کی کیفیت کا قلب میں ہونا سو یہ فقہ کا موضوع نہیں ہے اسی لئے حضرات فقہاء ان امور میں کلام نہیں کرتے اگر چہ ان کی واقعی اہمیت کو وہ دوسروں سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ یہ چیز یعنی اعمال کی روحانیت یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان اعمال کی باطنی نسبت اصحاب اخلاص واحسان (حضرات

صوفیائے کرام) کے فن کی چیز ہے، اور اپنی کتابوں میں انسانی اعمال کے اس باطنی پہلو سے پوری پوری تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہیں اور قرآن وحدیث چونکہ دین کے تمام ظاہری وباطنی شعبوں پر حاوی ہیں۔ اس لئے ان میں جس طرح نماز کے ظاہری ارکان وشرائط قیام، قرأت، رکوع وسجود وغیرہ کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں اسی طرح اخلاص، احسان، خشوع وخضوع جیسی باطنی کیفیات کے متعلق بھی سخت تاکید ات کی گئی ہیں، جیسا کہ اس مقالہ ہی کے سابقہ اوراق سے قارئین کو معلوم ہو چکا ہے۔ الغرض کتب فقہ میں ان امور کا بیان نہ ہونے سے یہ سمجھنا کہ نماز کے لئے یہ باطنی کیفیات کچھ زیادہ ضروری نہیں ہیں، بلکہ یہ صرف تکمیلی درجہ کی چیزیں ہیں، درحقیقت بہت گھٹیا درجہ کی اور بڑی دولت سے محروم کر دینے والی غلط فہمی ہے۔

اعمال کے باطنی پہلو کی تکمیل کی عام فطری راہ اہل اللہ کی صحبت ہے :

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نماز دیگر عبادات کے اس باطنی پہلو کی صلاح وتکمیل یعنی ہمارے اعمال میں خشوع وخشیت، اخلاص واحتساب اور احسان والی کیفیات کا پیدا ہو جانا (جس کو اعمال کی روحانیت بھی کہہ سکتے ہیں) اس کا زیادہ موثر اور عام طبائع کے لحاظ سے کامیاب ترین ذریعہ طلب واستفادہ کی نیت سے عقیدت ومحبت کے ساتھ ایسے بندگان خدا کی صحبت ہے جن کو یہ دولت حاصل ہو ورنہ صرف کتابوں اور رسالوں میں ایسے مضامین کے پڑھ لینے سے اگرچہ دماغ تو کچھ ضرور بدل جاتا ہے اور دل میں شوق بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن صرف اس مطالعہ ہی سے دل کے رخ کا بدل جانا اور باطن میں ان کیفیات کا پیدا ہو جانا، اور بالخصوص استقامت حاصل ہو جانا اگرچہ عقلاً محال اور نا ممکن نہ ہو لیکن واقعات کی دنیا

میں اس کی مثالیں ڈھونڈھنے والوں کو بھی شاذ و نادر ہی مل سکیں گی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ جو اس فن کے یقیناً امام اعظم ہیں، خواجہ میر محمد نعمان کو (جو حضرت مجددؒ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ سے بھی بہت کچھ استفادہ کر چکے تھے، بلکہ کہنا چاہئے کہ ایک حد تک سلوک کی تکمیل کر چکے تھے) ایک مکتوب میں نماز کے کچھ اسرار و معارف لکھنے کے بعد رقم فرماتے ہیں :

'بعد از مطالعہ ایں مکتوبات اگر شوقے بہ تعلیم نماز وحصول از کمالات مخصوصہ آں در شما پیدا شود بے آرام ساز دبعد از استخارہ با متوجہ ایں حدود گردند شطرے از عمر بہ تعلیم نماز صرف نمایند واللہ سبحانہ الہادی الی سبیل الرشاد"۔

یعنی "ان مکتوبات کے مطالعہ کے بعد اگر نماز سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات حاصل کرنے کا شوق تمہارے دل میں پیدا ہو اور تمہیں بے چین کردے تو استخارہ کرنے کے بعد ادھر کا رخ کرو اور یہاں آ کر اپنی عمر کا کچھ حصہ نماز کی تعلیم اور تکمیل میں صرف کرو، اللہ سبحانہ ہی ٹھیک راستہ پر چلانے والے ہیں"۔

کیا خواجہ میر محمد نعمان جیسے اکابر کو بھی نماز کی تکمیل کی ضرورت ہے اور وہ بھی حضرت امام ربانی ؒ کے مکتوبات میں نماز کے اسرار و معارف پڑھ کر اپنی اس کمی کو پورا نہیں کر سکتے بلکہ سرہند حاضر ہو کر حضرت مجدد کی صحبت ہی سے یہ چیز ان کو حاصل ہو سکتی ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ اس قسم کی چیزیں صرف پڑھنے پڑھانے سے اور کتابی مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اللہ توفیق دے تو کسی اللہ کے بندے کی صحبت ہی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ عارف رومی نے بالکل ٹھیک کہا ہے : ؎

ایں را بجز صحبت مرداں مطلب مرد ے گردی چو گرم او گردی

جو لوگ اپنے ظاہر پرستانہ اور مادہ پرستانہ ذوق کی وجہ سے اس چیز کی اہمیت

سمجھنے سے قاصر ہیں یا جن کا غرور علم اور چند دانش ان کے لئے "حجاب اکبر" بن گیا ہے اور اس لئے دین کے باب میں وہ کسی ایسی چیز کا اعتراف کرنے اور اس کے جاننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے ہیں جو خود ان کو حاصل نہیں ہے، وہ اگر اس قسم کی چیزوں کو نہ جانیں اور ان کی اہمیت کو نہ سمجھیں یا انکار کریں تو خلاف توقع نہیں، اس قسم کے انسانوں کی یہ عام اور قدیمی عادت ہے، بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ

بہر حال قلب کا رخ بدلنے اور اپنے اعمال کے باطن کی، بلکہ خود اپنے باطن کی نسبت اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر قائم کرنے کا عام اور فطری طریقہ اہل اخلاص و احسان اور اصحاب نسبت کی صحبت ہی ہے اور یہ کیمیا صرف ان کیمیا گروں کے ہی قدموں میں ملتی ہے۔

تا ابد بوئے محبت بہ مشامش نہ رسد　　ہر کہ خاک در میخانہ بہ رخسار نہ ریخت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام روحانی کمالات اسی راہ سے حاصل ہوئے تھے۔ اور اس بارہ میں ان کی حس اتنی لطیف ہوگئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے غیر حاضری کے وقت وہ اپنی کیفیات میں کھلی تبدیلیاں محسوس کرتے تھے اور حضور ﷺ سے اس کی شکایت کرتے تھے۔ حضرت حنظلہ ؓ اور حضرت ابو بکر ؓ کے واقعات معلوم و مشہور ہیں اور بعض صحابہ ؓ کا یہ بیان کتب حدیث میں موجود ہے کہ حضور ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ ﷺ کے دفن سے ابھی ہم پوری طرح فارغ نہ ہوئے تھے اور ہم نے ابھی ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنی اندرونی کیفیتوں میں تبدیلی محسوس کی۔

❀......❀......❀
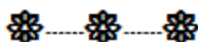
معنی مطلب سمجھ کر نماز پڑھنے کی اہمیت:

خشوع وخضوع کی طرح نماز میں فہم معنی کی طرف سے بھی عام طور سے غفلت برتی جاتی ہے اور اس کی کوئی خاص ضرورت واہمیت ہی نہیں سمجھی جاتی، حالانکہ خشوع وخضوع کی طرح یہ بھی نماز کی روح ہے اور بلاشبہ اس کے بغیر نماز بہت ناقص درجہ کی رہتی ہے بعض کتابوں میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَیْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِلَّا مَا عَقَلَ مِنْھَا﴾ بندہ کو اپنی نماز کا اتنے حصہ کا اجر ملے گا جو اس نے سمجھا ہے احیاء العلوم، مفتاح السعادۃ

حافظ ابن قیمؒ اپنی کتاب "الصلوۃ و احکام تارکھا" میں یہی روایت ان لفظوں کے ساتھ نقل کرکے "لیس لک من صلوتک الا ما عقلت منھا" اس کی تشریح کرتے ہیں:

﴿فاذا لم یعقل فی صلوتہ الا فی جزء واحد کان لہ الاجر بقدر ذلک الجزء و ان برأت ذمتہ من الصلوۃ﴾

نمازی نے اگرچہ نماز کے کسی ایک ہی جز کو سمجھ کرادا کیا تو اس کو اجر وثواب صرف اسی جزو کا ملے گا اگرچہ نماز کی فرضیت کا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا اور اس مقالہ ہی کے پچھلے صفحات میں "تفسیر ابن کثیر" سے نقل کیا جاچکا ہے کہ: ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ﴾ کی تحت وعید ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو نماز سمجھ بوجھ کے نہیں پڑھتے ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کی حقیقت پر کچھ بھی غور کرے اور صرف اتنی ہی بات بھی سمجھ لے کہ نماز دراصل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے سامنے بندہ کی نیاز مندانہ عرض ومعروض ہے اور حمد وثنا، تسبیح وتحمید اور دعا واستغفار اور تشہد ودرود پر مشتمل چند

اذکار اور چند تعظیمی افعال (قیام، رکوع وسجود وغیرہ) سے اس کی حقیقت مرکب ہے، اور یہ سب اس کے اجزاء وعناصر ہیں۔ اور احساس وشعور اور سمجھ بوجھ کے بغیر زبان سے الفاظ کا نکلنا یا اٹھنا بیٹھنا ان اذکار وافعال کے حقیقی مقاصد کو پورا نہیں کرتا، وہ بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ جو نماز اس طرح ادا کی جائے کہ پڑھنے والے کو کچھ خبر نہ ہو کہ میری زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے اس کا مطلب کیا ہے وہ اصلی اور حقیقی نماز نہیں ہے۔ اور ایسی نمازوں سے صرف فرض کا بوجھ بھی اگر سر سے اتر جائے تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہی ہے۔

اور یہ خیال کرنا کہ "عجمیوں کے لئے ناممکن ہے اور ان کے حق میں اس کو لازم کرنا تکلیف مالایطاق ہے" دین کی اہمیت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، اگر مان لیا جائے کہ پوری نماز کا سمجھنا اچھی خاصی عربی دانی پر موقوف ہے اور ہم عجمیوں کے لئے مشکل ہے تو اتنا تو یقیناً بہت آسان ہے کہ نماز میں جو اذکار بار بار پڑھے جاتے ہیں جیسے تکبیر، تسبیحات، تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ) تحمید (ربنا لک الحمد) سورۃ فاتحہ، ثنا، تشہد، درود شریف، آخری استغفار ان سب کے معنی یاد کر لئے جائیں اگر بالکل بے پڑھے آدمی بھی کوشش کریں تو انشاءاللہ ہفتہ عشرہ میں ان تمام اذکار کے معنی یاد کر سکتے ہیں۔

آخر جب نماز کے الفاظ بھی بلا سیکھے اور بغیر یاد کئے یاد نہیں ہوئے اور کوشش کئے بغیر نماز پڑھنا نہیں آتا اور یہ سب سیکھنا اور یاد کرنا ہی پڑھتا ہے تو پھر تھوڑا سا وقت اور تھوڑی سی محنت مزید صرف کر کے کم از کم ان مقررہ اذکار کے معنی کیوں یاد نہیں کئے جا سکتے، اصل بات یہی ہے کہ اس کو غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اللہ، اللہ دنیا میں کسی معمولی سے معمولی آدمی سے بھی بے سوچے سمجھے بات کرنا کسی کو پسند نہیں مگر اللہ تعالیٰ سے عرض ومعروض کرنے کے لئے خود اپنی بات کا مطلب سمجھنے کی بھی ضرورت اور اہمیت نہیں سمجھی جاتی۔ افسوس! مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

﴿تعدیل ارکان﴾

یعنی اطمینان کے ساتھ اور ٹھہر کر نماز پڑھنا

اگر چہ خشوع وخضور اور فہم وشعور کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد تعدیل ارکان کے متعلق مستقلاً لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ نماز جب خشوع وخضور کے ساتھ پڑھی جائے گی تو لازماً تعدیل کے ساتھ یعنی نماز اطمینان سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جائے گی، تاہم چونکہ آج کل اس میں بھی بہت زیادہ کوتاہی کی جاتی ہے، اس لئے اس کے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات درج کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے:

﴿عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فرد علیه السلام فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیره فعلمنی قال اذا قمت الی الصلوة فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر ثم اقرء بما تیسر معک من القران ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم افعل ذالک فی صلوتک کلها﴾ [متفق علی صحته]

"حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر آ کر حضور ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی (تین بار ایسا ہی ہوا کہ وہ نماز پڑھ کر آیا اور آپ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا) اس

کے بعد اس نے عرض کیا قسم اس اللہ کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے مجھے اس کے سوا اچھی نماز نہیں آتی لہذا مجھے سکھا دیجئے ۔حضور ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کو کھڑے ہو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو کھڑے ہو جاؤ پھر تکبیر کہو پھر قرآن کا جو حصہ تمہیں آسان ہو وہ پڑھو پھر رکوع کرو اور تمہارا رکوع اطمینان کے ساتھ ہو، پھر رکوع سے اُٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور تمہارا سجدہ پورے اطمینان سے ہو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو اور اس بیٹھنے میں بھی اطمینان ہو، اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو اور یہ سجدہ بھی اسی طرح اطمینان کے ساتھ ہو پھر اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو (یعنی اطمینان کے ساتھ اور ٹھہر ٹھہر کر ادا کرو)۔‘‘

اور صحیح ابن خزیمہ میں ابو عبد اللہ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ چند مشاہیر صحابہ حضرت خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، یزید بن ابوسفیانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ :

﴿صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام باصحابہ ثم جلس فی طائفة منھم فدخل رجل منھم فقام یصلی فجعل یرکع وینقر فی سجودہ ورسول اللہ ﷺ ینظر الیہ فقال ترون ھذا ینقر صلوتہ کما ینقر الغراب الدم لو مات علیٰ ذلک مات علی غیر ملة محمد﴾

[رواہ ابو بکر بن خزیمہ فی صحیحہ]

’’ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور ان کی ایک جماعت کے ساتھ آپ مسجد ہی میں بیٹھ گئے اتنے میں ایک شخص ان میں سے آ کر نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا اور لگا جلدی جلدی رکوع کرنے اور سجدے میں ٹھونگیں مارنے حضور ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا ’’تم اس شخص کو دیکھتے ہو؟ اگر یہ ایسی نماز

پڑھتا ہوا مر گیا تو دین محمدی پر نہیں مرے گا۔ یہ نماز میں ایسی ٹھونگیں مارتا ہے جیسے کوا خون میں جلدی جلدی چونچیں مارتا ہے۔"

ایک اور حدیث میں وارد ہوا کہ :

﴿ان الرجل لیصلی ستین سنة و ماله صلوة قیل و کیف ذلک؟
قال یتم الرکوع ولا یتم السجود ویتم السجود ولا یتم الرکوع﴾

[کتاب الصلوۃ ابن القیم]

"بعضے آدمی ساٹھ ساٹھ سال نماز پڑھتے ہیں اور فی الحقیقت ان کی ایک بھی نماز نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ وہ رکوع ٹھیک کرتے ہیں تو سجدہ پورا نہیں کرتے اور سجدہ پورا کرتے ہیں تو رکوع پورا نہیں کرتے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کے خاص راز دار صحابی حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو رکوع و سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا تو اس سے پوچھا : ﴿منذ کم تصلی هذه الصلوة ، قال منذ اربعین سنة قال حذیفة ما صلیت و لو مت علیٰ ذلک مت علی غیر الفطرة﴾

[کتاب الصلوۃ ابن القیم]

تم کتنے زمانہ سے ایسی نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا تم نے گویا نماز ہی نہیں پڑھی، اور اگر تم اسی حالت میں مر گئے تو تمہاری موت فطرت پر نہ ہوگی۔

کیا ان احادیث کے علم میں آجانے کے بعد بھی نمازوں میں جلد بازی کرنے والے جلد بازی سے نہ رکیں گے؟ اور اگر بالفرض یہ احادیث اور رسول اللہ ﷺ کی یہ سخت اور صاف صاف تنبیہات نہ بھی ہوتیں تب بھی خود سمجھنے اور

سوچنے کی بات تھی کہ جب نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دربار کی حضوری اور اس سے مخاطبت اور مناجات کا نام ہے تو اس میں جلد بازی کا صاف صاف مطلب یہی ہوگا کہ یہ عبادت اور یہ حاضری اور اللہ تعالیٰ سے نیازمندانہ اور رازدارانہ ہمکلامی کی سعادت ہم کو محبوب و مرغوب نہیں اور اس سے ہم کو دلچسپی نہیں بلکہ معاذ اللہ یہ ہمارے لئے کوئی مصیبت ہے جس سے ہم جلد سے جلد چھٹکارا چاہتے ہیں۔ کوئی آدمی کسی اچھے حال اور اچھے شغل کو کبھی بھی جلدی سے ختم کر دینا نہیں چاہتا۔ پس نمازوں میں جلد بازی کرنے والے سوچیں کہ ان کا یہ طرز عمل نماز کے موضوع کے کس قدر خلاف اور خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم ہے اور ان کا یہ فعل کس جزا کا مستحق ہے۔

نماز میں جماعت کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی جو اہمیت ہے، آج کل کے بہت سے نماز پڑھنے والے یا تو اس سے آشنا نہیں اور یا غفلت کی وجہ سے اس کے اہتمام میں کوتاہی کرتے ہیں۔

صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں متعدد طریقوں سے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے متعلق آپ ﷺ نے اپنی سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دن ارشاد فرمایا:

﴿لقد هممت ان امر بالصلوة فتقام ثم امر رجل يصلي بالناس ثم انطلق معي برجال معهم حزم من حطب الى قوم لا يشهدون الصلوة فاحرق عليهم بيوتهم بالنار﴾ [رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ]

میرے جی میں ایسا آتا ہے کہ کسی دن یہاں نماز شروع کرنے کا حکم کر دوں اور نماز پڑھانے کے لئے کسی دوسرے کو مقرر کر جاؤں اور خود چند آدمیوں کو ساتھ لے

کر (جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے بھی ہوں) ان لوگوں کے گھروں پر پہنچ کر جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں، ان کے گھروں کو آگ دے دوں۔

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ:

﴿لولا ما فی البیوت من النساء والذریة اقمت الصلوة العشاء وامرت فتیانی یحرقون ما فی البیوت فی النار﴾

اگر ان گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں یہاں عشاء کی نماز شروع کراتا اور اپنے چند نوجوانوں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں اور گھروں کی تمام چیزوں کو آگ میں جلادیں۔

گویا جماعت سے نماز نہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی نظر میں اتنا سنگین جرم ہے کہ ایسے لوگوں کے گھروں کو آگ لگادینے کو آپ کا جی چاہتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جماعت کی فضیلت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ولقد رأیتنا وما یتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق ولقد کان الرجل یوتی یهادی بین الرجلین حتی یقام فی الصف﴾ [صحیح مسلم]

ہم نے مسلمانوں کا وہ وقت دیکھا ہے کہ جماعت سے غیر حاضر صرف ایسے ہی منافق ہوتے تھے جن کا نفاق معلوم اور مسلم ہوتا تھا اور ایسا ہوتا تھا کہ بیمار آدمی دو آدمیوں کے بیچ میں گھسیٹتا ہوا لایا جاتا تھا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا اور وہ جماعت سے ہی نماز پڑھتا تھا۔

اور شیخ ابن القیم ؒ ابن المنذر کی کتاب الاوسط سے نقل کرتے ہیں:

﴿روینا عن ابن مسعود وابی موسٰی انهما قال من سمع

النداء ثم لم يجب فانه لا يتجاوز صلوته راسه الا من عذر﴾

عبداللہ بن مسعود ؓ اورابو موسیٰ اشعری سے ہم کو یہ روایت پہونچی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس نے اذان سنی اوراس پر لبیک نہیں کہا (یعنی مسجد میں حاضر ہوکر نماز نہیں پڑھی) تو اس کی نماز اس کے سر سے آگے نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) الا یہ کہ اس کو کوئی شرعی عذر ہو۔

﴿قال وروی عن ابی هريرة انه قال لان يمتلی اذن ابن ادم رصاصا مذابا خير له من ان يسمع المنادی ثم لا يجيبه﴾

[کتاب الصلوۃ ابن القیم]

اور حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی آدمی کے کان میں پگھلا ہوا سکہ بھر دیا جائے، یہ اس کے لئے اس سے اچھا ہے کہ اس کے کان میں اذان کی آواز آئے اور وہ اس پر لبیک کہہ کے شریک جماعت نہ ہو۔

نیز اسی "کتاب الصلوۃ" میں شیخ ابن القیم ؒ بطریق عبدالرزاق عن لیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص سے نقل کرتے ہیں :

﴿سئال رجل عن ابن عباس فقال رجل يصوم النهار و يقوم الليل لا يشهد جمعة ولا جماعة فقال ابن عباس هو فی النار ثم جاء الغد فيساله عن ذلک فقال هو في النار قال واختلف اليه قريبًا من شهر يسئاله عن ذلک ويقول ابن عباسؓ وهو فی النار﴾[کتاب الصلوۃ]

ایک شخص نے حضرت ابن عباس ؓ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ اس شخص نے پھر اگلے دن یہی مسئلہ پوچھا اور حضرت ابن

عباس نے پھر یہی جواب دیا اس شخص نے پھر اگلے دن آ کر یہی مسئلہ پوچھا، اور حضرت ابن عباس ؓ نے پھر یہی جواب دیا کہ وہ جہنم میں جائے گا یہاں تک کہ وہ سائل مہینہ بھر تک آ کر یہی مسئلہ پوچھتا رہا اور حضرت ابن عباس ؓ ایک ہی جواب دیتے رہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

اور شیخ ابن القیم ؒ کی اسی کتاب الصلوۃ میں ہے:

﴿ولما مات رسول الله ﷺ و بلغ اهل مكة موته خطبهم عتاب بن اسيد و كان عامله (ﷺ) على مكة يا اهل مكة والله لا يبلغنى ان احدًا منكم تخلف عن الصلوة فى المسجد فى الجماعة الا ضربت عنقه﴾

''جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور مکہ میں اس کی اطلاع پہونچی تو عتاب بن اسید نے جو مکہ پر حضور ﷺ کی طرف سے حاکم مقرر تھے اہل مکہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی کہا کہ اگر مجھے کسی کے متعلق یہ معلوم ہوگا کہ وہ مسجد میں آ کر جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا ہے تو خدا کی قسم میں ضرور اس کی گردن اڑا دوں گا۔'' [ابن القیم الجوزیۃ]

فی الحقیقت دین میں جماعت سے نماز پڑھنے کی اہمیت وہی ہے جو ان احادیث و آثار سے معلوم ہوتی ہے اور اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ بلا عذر شرعی آدمی تنہا اپنی نماز پڑھے اور واقعہ یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے ساتھ دین کے جو نہایت اور اعلیٰ مقام اور مصالح وابستہ ہیں (جن کی طرف کچھ اشارات حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بھی کئے ہیں) ان کا تقاضہ یہی ہے کہ جماعت کے بارے میں شارع کا رویہ انتہائی سخت ہو۔علاوہ ازیں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے پس

سوچنا چاہئے کہ جماعت کی پابندی نہ کرنا اپنے کو کتنے بڑے ثواب سے محروم کرنا ہے۔

صحیح امام کا انتخاب :

نماز اور جماعت کے سلسلہ میں جو کوتاہیاں عام طور سے ہو رہی ہیں اور جو غفلتیں برتی جاری ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے لئے غلہ اور ترکاری بلکہ اپنے جانوروں کے لئے گھاس اور بھوسہ خریدتے وقت بھی آدمی اچھائی برائی کا جتنا خیال کرتے ہیں بہت سی جگہ کسی کو امام نماز بنانے میں اتنا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ یہ لوگ جب بیمار ہوں تو چاہتے ہیں کہ ان کا معالج کوئی اچھا طبیب اور اچھا ڈاکٹر ہو، مقدمہ میں تو کوشش کرتے ہیں کہ کسی اچھے، ہوشیار اور قابل وکیل کہ خدمات حاصل کریں۔ لڑکے کو امتحان پاس کرانے کے لئے اگر ٹیوٹر کی ضرورت ہوتی ہے تو اچھے سے اچھا تلاش کرتے ہیں۔ اور اگر گھر کے کام کاج کے لئے نوکر کی ضرورت ہوتی ہے تو اس میں بھی سب خوبیاں دیکھنا چاہتے ہیں لیکن نماز پڑھانے کے لئے (جو درحقیقت اللہ کے دربار میں نمائندگی کا منصب ہے اور دین کے سب سے اہم کام میں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ دارانہ نیابت ہے) کچھ بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

امامت کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل:

امامت کے باب میں اسلام کا جو اصل نظریہ ہے وہ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جب تک دنیا میں رسول اللہ ﷺ رونق افروز رہے ہمیشہ آپ ﷺ ہی امامت فرماتے رہے حتی کہ مرض الوفات میں بھی اس وقت تک برابر آپ ﷺ ہی نماز پڑھاتے رہے جب تک کہ مسجد میں تشریف لانا آپ کے لئے ممکن رہا۔ پھر آخر کے تین چار دنوں میں جب مرض بہت ہی زیادہ غالب آگیا اور کیفیت یہ ہوگئی کہ آپ ﷺ

نے کئی بار مسجد میں تشریف لانے کا ارادہ فرمایا اور ہر دفعہ بے ہوشی طاری ہوگئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ گویا خود معذور ہونے کی صورت میں امامت نماز کے لئے آپ ﷺ نے اسی شخص کو متعین فرمایا جو ساری امت میں افضل تھا بلکہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے اسی طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا کہ ابوبکرؓ ہی ہم میں سے سب سے افضل واعلیٰ سب سے زیادہ لائق اور سب سے اونچی صلاحیتیں رکھنے والے ہیں اور اسی بنیاد پر خلافت کے لئے متفقہ طور پر آپ کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ سب سے افضل تھے چنانچہ وفات صدیق کے بعد اپنی فضیلت کی بنا پر وہی خلیفہ ہوئے اور ابولولو کے خنجر سے زخمی ہونے کے وقت تک برابر خود ہی مسجد نبوی میں امامت بھی فرماتے رہے۔

بہر حال اسلام نے بھی تو یہی بتلایا تھا کہ تم میں علم وعمل اور تقویٰ کے لحاظ سے جو سب سے اعلیٰ ہو وہی تمہارا امام نماز ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے عملی مثال بھی چھوڑی تھی لیکن وائے بر حال ما ! اب کیفیت یہ ہے کہ جو دو چار فی صدی مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں اور ان میں سے جو ایک دو فی صدی جماعت سے پڑھتے ہیں اور پڑھنا چاہتے ہیں ان میں بھی زیادہ اہل اور زیادہ صالح کو امام بنانے کا اہتمام باقی نہیں رہا۔ الا من شاء اللہ

افضل واصلح امام کے میسر ہوتے ہوئے غیر افضل کو امام بنانا جرم ہے جس کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائے ! ہم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اس طرز عمل کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اپنی نمازوں کو بہتر بنانے اور اچھی طرح ادا کرنے کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت بھی ہماری طرف

سے بے پرواہ ہو جائے تو بالکل حق اور عین عدل ہے۔امام احمد اپنے رسالہ "الصلوۃ وما یلزمھا" میں ناقل ہیں۔

﴿وقد جاء الحدیث اذا ام بالقوم رجل و خلفه من ھو افضل منه لم یزا لو افی سفال﴾

حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی قوم کی امامت ایک شخص کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں کوئی اس سے افضل اور اصلح موجود ہو تو وہ قوم ہمیشہ تنزل اور پستی میں رہے گی۔

عجیب بات ہے بہت سے نمازیں پڑھنے والے یہ تو سوچتے ہیں کہ جب ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو دنیا میں بھی ہم کو وہ انعامات کیوں نہیں ملتے جن کی بشارتیں قرآن وحدیث میں نمازیں قائم کرنے والوں کو سنائی گئی ہیں اور کیوں ہم عزت کی زندگی سے محروم، پستی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ جس پیغمبر ﷺ کے ذریعہ اقامت صلوۃ کی شرط کے ساتھ یہ بشارتیں ہم کو ملی ہیں اسی پیغمبر کی زبان سے ہم کو یہ بھی تو سنوا دیا گیا تھا کہ نماز کا حق ادا کرنے میں حتیٰ کہ امام کے انتخاب میں بھی کوتاہیاں اور بے پروائیاں کرنے والوں کے لئے ذلت و پستی اور خرابی و بربادی ہے۔پس آج جس ذلت و نکبت سے ہم دوچار ہیں اور جو خواری و بے اعتباری ہم پر مسلط ہے اس کے سوا کی ہم کو توقع کرنے کا حق ہے۔ ﴿ھَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

افسوس! مسلمانوں نے امامت کے لئے افضل و اصلح کے انتخاب کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔حقیقت یہ ہے کہ اچھے امام، اچھے سردار اور اچھے لیڈر کا انتخاب ہی کسی قوم کی فلاح و بہبود اور عزت و ترقی کا بنیادی پتھر ہوتا ہے جس قوم کو ہر دن میں

پانچ مرتبہ اچھے امام اور اچھے قائد کا انتخاب کرنا پڑتا ہو اور ایک قانون کے ماتحت اسکی اقتداء کی مشق مقررہ وظیفہ کی طرح کی جاتی ہو، اس کی ذہنی صلاحیتوں اور عملی طاقتوں کے نشو ونما کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔

دشمنوں پر غلبہ اور منصب خلافت حاصل ہونے میں نماز کی تاثیر کا راز:

قرآن مجید میں جو کہیں کہیں اس طرح کے اشارات کیے گئے ہیں کہ نماز مثلاً جماعتی مشکلات کو مصائب کو دور کرتی ہے اور ضعف و مغلوبیت کو طاقت واقتدار سے بدلتی ہے اور نماز قائم کرنے والی امت بالآخر منصب خلافت پر فائز کی جاتی ہے سوان نتائج میں جس طرح نماز کی باطنی اور روحانی تاثیرات کو دخل ہے اسی طرح اسباب ظاہر کے نقطہ نظر سے اس ذہنی و عملی تربیت کو بھی دخل ہے جو با جماعت نماز کے ذریعہ مسلسل طور پر امت کو دی جاتی ہے۔

اس نکتہ پر تفصیلی گفتگو کا تو یہ موقع نہیں، تاہم مختصراً اتنا اشارہ کردینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب خلافت پر فائز کیے جانے اور تمکین فی الارض عطا ہونے کے لئے کسی جماعت میں جو باطنی اوصاف اور اعلیٰ اخلاق ہونے چاہئیں مثلاً عدالت، سماعت، بے لاگ خدا ترسانہ سیرت وغیرہ۔

پس نماز اگر خشوع وخضوع اور شعور وحضور کے ساتھ پڑھی جائے جیسا کہ اس کا حق ہے تو ایک تو وہ یہ اوصاف واخلاق پیدا کرکے اس منصب عظیم کا مستحق اور اہل بنائے گی اور دوسری طرف وہی اس تنظیم اور اس جد وجہد کے لئے بھی امت کو تربیت دے گی جو اس مقام ومنصب کو حاصل کرنے کے لئے اس عالم اسباب میں ضروری ہے، پس درحقیقت ان دونوں حیثیتوں سے مقام خلافت اور تمکین فی

الارض کی کلید بھی ہے۔قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں نماز کے ان نتائج واثرات کی طرف لطیف اشارات کئے گئے ہیں:

﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی﴾[سورة طه:۱۲۹]

"تمہارے مخالفین تمہارے اور تمہاری دعوت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج نکلنے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اللہ کی تسبیح اور حمد کیا کرو اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کرو اور دن کی حدوں پر شائد تو راضی ہو۔"

﴿وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ [طور:۴۲]

"اپنے رب کے حکم پر جمے رہو تم ہماری نظروں میں ہو اور اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو، جب تم اس کے سامنے کھڑے ہو اور رات کے وقت اور ستارے ڈوبنے کے وقت بھی اسکی تسبیح کرو۔"

﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [سورۃ بقرۃ آیت:۴۵]

"اور صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد لو۔"

اور سورۃ یونس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے ساتھ فرعونی حکومت کی سختیوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد بنی اسرائیل کی یہ دعا نقل کی گئی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالم قوم کا تختہ مشق نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں اس کافر قوم کے مظالم سے نجات دے۔"

پھر بنی اسرائیل کی یہ دعا نقل کرنے کے بعد متصلاً ارشاد ہوا ہے۔

﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یونس ع:۹]

"اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر مقرر کرو، اور اپنے ان گھروں کو قبلہ رخ کرو اور نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو (نجات اور فتح) کی خوشخبری سنا دو۔"

اور بالکل اسی طرح سورۃ کوثر میں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے توسط سے ساری امت کو نماز اور قربانی کا حکم دینے کے ساتھ دشمنوں کے مغلوب و مقہور اور تباہ و برباد ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝﴾

"پس اپنے رب کے لئے نمازیں پڑھ اور قربانی کر، بالیقین تیرا بدخواہ دشمن بالکل برباد ہو جانے والا ہے۔"

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

خرما نتوں یافت از خار کہ کشتیم　　دیبا نتواں یافت از اں پشم کہ رشتیم

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عشق نماز:

اس مقالہ میں نماز کے متعلق اصولی باتوں کے ذکر کا ارادہ کیا گیا تھا۔ الحمدللہ قلم ان کی تحریر سے فارغ ہو چکا۔ اب آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے ساتھ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو جو عشق و شغف تھا اور نمازوں میں ان کی جو حالت اور کیفیت ہوا کرتی تھی اس کی بھی کچھ جھلک ان اوراق میں دکھائی جائے، کیا عجب کہ یہاں تک کی ترغیب و ترہیب سے بھی جن دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا ہو مقبولین

کے احوال کا تذکرہ ان کو بھی متاثر کر سکے، کہتے ہیں کہ قول سے زیادہ تاثیر و طاقت صادقین کے احوال و کیفیات میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو نماز کے ساتھ جو تعلق خاطر تھا اور قلب مبارک اور روح منور کو جو خاص کیفیت نماز میں حاصل ہوتی تھی اس کا بہت کچھ اندازہ آپ کے مشہور ارشاد "قرۃ عینی فی الصلوۃ" "میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے"، سے کیا جا سکتا ہے نیز احادیث میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تو آپ ﷺ حضرت بلالؓ سے ارشاد فرماتے: ﴿قم یا بلال ارحنی بالصلوۃ﴾

"بلالؓ! اٹھو نماز کا بندوبست کر کے میرے دل کو چین و آرام پہونچاؤ۔"

حضرت بلالؓ سے آپ ﷺ کا یہ فرمانا اس لئے تھا کہ وہ مسجد نبویؐ کے موذن ہونے کے علاوہ آج کل کی اصطلاح میں گویا مہتمم جماعت بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے عشق نماز کا اس سے بھی زیادہ واضح اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ قبل از ہجرت طائف میں آپ کو جب لرزہ خیز ایذائیں پہونچائی گئیں اور اسی طرح غزوہ احد وغیرہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے آپ ﷺ سخت زخمی ہوئے تو دوسروں کے درخواست کرنے پر بھی آپ ﷺ نے ان کے حق میں بد دعا نہیں فرمائی، بلکہ ان کی ہدایت اور انجام بخیر ہی کے واسطے دعا کی۔

لیکن غزوہ احزاب میں جب دشمنوں نے ایک دن آپ ﷺ کو عصر کی نماز پڑھنے کی مہلت نہ دی اور آپ ﷺ کی وہ نماز قضا ہوگئی تو اتنی سخت بد دعا زبان مبارک سے نکلی کہ ایسی بد دعا کسی دوسرے موقع پر کسی بڑے سے بڑے موذی کے حق میں بھی آپ ﷺ نے نہیں فرمائی ہوگی، حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿شغلونی عن صلوۃ الوسطی صلوۃ العصر ملاء اللہ بیوتھم وقبورھم نارا﴾

"ان لوگوں نے مجھے عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی اللہ ان کے گھروں اوران کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔"

اورمتعدد روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ظاہر ہے کہ نماز کے ساتھ کسی خاص عشق وشغف کاہی یہ نتیجہ تھا۔

نیز چند صحابہ کرام ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کورات میں اس طرح سے نوافل پڑھتے دیکھا کہ پہلی رکعت میں پوری سورۃ بقرہ پڑھی اور وہ بھی اسطرح کہ جہاں رحمت کی کوئی آیت آئی وہاں آپ ﷺ نے ٹھہر کر اللہ سے رحمت کی دعا کرتے ،اور جہاں کوئی قہر وعذاب کی آیت آتی تو ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے،پھر آپ ﷺ نے اس طویل قیام کے بقدر طویل رکوع کیا اور پھر اسی قدر لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں اس طرح آل عمران پڑھی اور پھر تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ پڑھیں،گویا اس طرح چار رکعتوں میں آپ ﷺ نے سوا چھ پارے پڑھے۔اور معلوم ہے کہ آپ ﷺ کی قراءت ہمیشہ ترتیل سے ہوتی تھی ۔اور جیسا کہ گزر گیا،اس نماز میں رحمت وعذاب کی آیتوں پر ٹھہر ٹھہر کر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے ۔پھر ہر رکعت کے رکوع وسجدے بھی قیام کی طرح طویل طویل ہوتے تھے۔آپ ﷺ کی نماز کی یہ کیفیت دراصل اسی "قرۃ عینی فی الصلوۃ" والی باطنی حالت کا ایک ظاہری کرشمہ تھا،کاش اللہ تعالیٰ ہم محروموں کو بھی اس کا کوئی ذرہ نصیب فرمادے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اوران کے نواسہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے متعلق منقول ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسے بے حس وحرکت ہوجاتے تھے

کہ گویا ایک لکڑی ہے جو زمین میں گاڑ دی گئی ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کو جب خنجر سے زخمی کیا گیا، تو ایک وقت آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری تھی، اس حالت میں کسی نے آپ کو نماز پڑھنا یاد دلایا آپ نے فرمایا:

﴿نعم لا حظ فی الاسلام لمن لا صلوۃ لہ﴾

"ہاں! نماز ضرور پڑھنی ہے۔ جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔"

پھر آپ نے اسی حال میں نماز ادا کی، اور آپ کے زخم سے خون کا گویا فوارہ جاری تھا۔

اور اسی موقع پر بعض کتابوں میں حضرت فاروق اعظمؓ سے یہ درد انگیز اور حسرت آمیز الفاظ بھی نقل کئے گئے تھے۔

﴿لا حظ فی الحیوۃ و قد عجزت عن الصلوۃ﴾

"جب میں نماز پڑھنے سے عاجز ہو گیا ہوں تو زندہ رہنے میں کوئی لطف نہیں۔"

ایک غزوہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطرہ کے موقع پر رات کو پہرہ دینے کے واسطے دو صحابیوں کو متعین فرمایا۔ ان میں سے ایک مہاجر تھے اور دوسرے انصاری، ان صاحبوں نے ڈیوٹی کو نصف تقسیم کر لیا یعنی طے کیا کہ ہر ایک آدھی رات پہرہ دے اور دوسرا اس وقت سوئے اس تقسیم کے مطابق انصاری صحابی نے رات کے پہلے حصے میں پہرہ دینا شروع کیا اور مہاجر ساتھی سو گئے۔ پھر ان انصاری بزرگ نے بجائے خالی جاگنے کے یہ بہتر سمجھا کہ نماز میں مشغول رہ کر یہ وقت گزارا جائے، چنانچہ انہوں نے نماز شروع کر دی۔ دشمن کی جانب سے کوئی شخص آیا اور اس نے آدمی کو کھڑا دیکھ کر تیر مارا۔ اور جب یہاں کوئی حرکت نہ ہوئی اور نہ کوئی

آواز نکلی تو یہ سمجھ کر کہ نشانہ خطا کر گیا۔ دوسرا اور پھر تیسرا تیر مارا اور یہاں ہر تیر ان کے جسم میں پیوست ہوتا رہا اور یہ اس کو نکال کر پھینکتے رہے اور نماز میں مشغول رہے پھر اطمینان سے رکوع کیا، پھر سجدہ کیا اور نماز پوری کر کے مہاجر ساتھی کو جگایا۔ انہوں نے اٹھ کر دیکھا کہ ایک چھوڑ تین تین جگہ سے خون جاری ہے، انہوں نے ماجرا پوچھا اور کہا کہ تم نے مجھے شروع میں ہی کیوں نہ جگا دیا۔ ان انصاری بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۃ کہف) شروع کر رکھی تھی، میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کر دوں لیکن پھر مجھے خطرہ ہوا کہ اگر اسی طرح پے در پے تیر لگتے رہے اور میں مر گیا تو حضور ﷺ نے پہرہ داری کی جو خدمت میرے سپرد کی ہے وہ فوت ہو جائے گی۔ اس خیال سے میں نے رکوع کر دیا، اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا اگرچہ مر ہی کیوں نہ جاتا۔

حضرت ابو طلحہ ؓ انصاری کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرندہ اڑا اور باغ میں کچھ دیر تک چکر لگاتا رہا، ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس کے ساتھ تیرتی رہی، خیال کے اس طرف ہٹ جانے کی وجہ سے نماز میں سہو ہو گیا یاد نہ رہا کہ یہ کون سی رکعت ہے، فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نماز میں یہ خلل اس باغ کی وجہ سے پڑا ہے، میں اب اس کو اپنی ملکیت سے نکالتا ہوں اور راہ خدا میں دیتا ہوں جس مد میں بھی آپ مناسب سمجھیں اس کو لگا دیں، کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ ؓ کا یہ باغ کئی لاکھ درہم کی مالیت کا تھا، اسی طرح کا ایک واقعہ ایک دوسرے انصاری صحابی کا بھی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت میں پیش آیا تھا۔ وہ ایک دن اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، کھجوروں کے پکنے کا خاص موسم تھا، اور خوشے کھجوروں کے بوجھ

سے جھکے ہوئے تھے،ان کی نگاہ خوشوں پر پڑی اور وہ منظر ان کو بھلا معلوم ہوا۔خیال کے ادھر لگ جانے سے ان کو بھی سہو ہوگیا اور یاد نہیں رہا کہ کتنی رکعت پڑھ چکے ہیں،نماز میں بس اتنا سا خلل آجانے سے انھیں اس قدر صدمہ ہوا کہ اسی وقت طے کرلیا کہ اس باغ کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔چنانچہ حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا ظاہر کرکے عرض کیا کہ میں اس کو راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اب یہ آپ کے حوالے ہے اس کا جو چاہیں کریں اور جہاں چاہیں لگادیں،چنانچہ انہوں نے ۵۰ ہزار درہم میں اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت دینی کاموں میں صرف فرمادی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب وہ کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور ایک مدت تک قید میں رکھنے کے بعد قتل کرنے کے واسطے ان کو مقتل میں لایا گیا تو سولی پر چڑھانے سے قبل ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری اگر کوئی خاص تمنا ہو تو کہو،انہوں نے کہا کہ ہاں ایک تمنا ہے اگر تم پوری کرسکو اور وہ صرف یہ ہے کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے،اور اللہ کے دربار کی حاضری قریب ہے،اگر تم مہلت دو تو دو رکعت نماز پڑھ لوں،چنانچہ مہلت دی گئی اور انہوں نے بڑے اطمینان اور کامل خشوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ موت کے ڈر سے دیر کرنا چاہتا ہے تو دو رکعت اور پڑھتا۔اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے،رضی اللہ عنہ وارضاہٗ

کتب حدیث وسیر کے یہ مشہور ومعلوم واقعات ہیں،انہیں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے ان پہلو نے عظیم فرزندوں کو نماز کیساتھ عشق وشغف تھا۔

اور یہ تو برگزیدہ ہستیاں تھیں جنہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے اکتساب فیض کیا تھا اور دوسری دینی وروحانی کیفیات کی طرح ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی قرة عینی فی الصلوة کو بھی اپنے باطن میں اتارلیا تھا۔اس لئے ان کا یہ حال ہونا ہی چاہیے تھا لیکن بعد کے زمانوں میں بھی بہت سے اللہ کے بندے ایسے گزرے ہیں جو نماز کے ساتھ اسی طرح عشق اور شغف رکھتے تھے۔

زمــانــہ ما بعد کے بزرگان دین کا عشق وشغف نماز کے ساتھ

ثابت بنانی مشہور محدث میں وہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہے تو مجھے بھی ہو جائے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشہور خلیفہ خواجہ عبدالواحد لاہوری سے منقول ہے کہا ایک دن فرمایا: "کیا جنت میں نماز ہوگی۔؟"

کسی نے عرض کیا کہ حضرت! جنت تو دارالجزا ہے نہ کہ دارالعمل، پھر وہاں نماز کیوں ہونے لگی۔یہ سن کہ بڑے درد کے ساتھ اور روتے ہوئے فرمایا:۔پھر بغیر نماز کے وہاں کیسے گزرے گی؟ اہل اللہ کے تذکروں میں نماز کے ساتھ خاصان خدا کے عشق وشغف کے بڑے بڑے اثر انگیز اور سبق آموز واقعات کثرت سے ملتے ہیں۔مخدومنا حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور) نے اپنے رسالہ فضائل نماز میں بھی اس قبیل کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں،اہل شوق وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اب ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں،زندہ اور بیدار دل رکھنے والے حضرات کی لئے مذکورالصدر چند واقعات ہی کافی ہیں۔

در خانہ اگر کس است　　　　یک حرف بس است
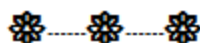
قرۃ عینی فی الصلوۃ والی کیفیت کا راز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرۃ عینی فی الصلوۃ والی نسبت سے حصہ پانے والے اصحاب احسان اور مقربین کو نماز میں جو کیفیات حاصل ہوتی ہیں اگرچہ وہ تحریر و بیان کے دائرہ سے باہر ہی کی چیزیں ہیں اور ان کا صحیح ادراک بھی صرف انہیں خوش نصیبوں کا حصہ ہے جو خود اس سے بہرہ یاب ہوں اور اس باب میں عارفین کا یہ مقولہ بلاشبہ سو فیصد صحیح ہے کہ:

"من لم یذق لم یدر" جس نے اس کو نہیں چکھا وہ اس کا ذائقہ بھی نہیں جانتا۔ تاہم دوسروں کی تشویق و ترغیب ہی کے لئے بعض اکابر عرفاء نے اس بارہ میں جو ارشادات کئے ہیں جی چاہتا ہے کہ اس مقالہ کو ان کے ذکر سے بھی خالی نہ رکھا جائے کیا عجب ہے کہ کسی خوش نصیب کے دل میں یہی اشارات شوق کی آگ بھڑکا دیں اور صدق طلب و حسن نیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ نعمت اس کو بھی عطا فرمادیں۔

امام ربانی سیدنا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ یقیناً ان عرفاء کاملین میں سے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دولت عظمیٰ (یعنی قرۃ عینی فی الصلوۃ والی نسبت) سے بہرہ وافر عطا فرمایا تھا۔ حضرت ممدوح نے اپنے چند تعلیمی و تربیتی مکاتیب میں نماز میں حاصل ہونے والی کیفیات اور واردات کے متعلق بڑے بڑے شوق انگیز اشارات فرمائے ہیں۔ بس انہیں کے چند اقتباسات کا یہاں درج کرنا ہماری عرض کے لئے کافی ہے۔ جلد اول کے مکتوب نمبر ۱۲۷ میں ارقام فرماتے ہیں۔

بدانند کہ رتبہ نماز در دنیا رتبہ رویت است در آخرت نہایت قرب در دنیا در نماز است و نہایت قرب در آخرت در حین رویت معلوم ہونا چاہئے۔ کہ دنیا میں بندہ کو مولیٰ کا انتہائی قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے، اور آخرت میں انتہائی قرب دیدار

کے وقت نصیب ہوگا۔

نیز اس جلد کے مکتوب نمبر ۲۶۱ میں رقم فرماتے ہیں۔

"نماز است کہ راحت دہ بیماران است "ارحنی یابلال"

زمر لسیت ازیں ماجرا "قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" اشارہ ایست بایں

متمنا مصلی کہ از حقیقت نماز آگاہ است در وقت ادائے صلوٰۃ گویا

از نشأ دینوی ھے برآید در نشا دینوی مے درآید، لاجرم دریں

وقت دولتے کہ مخصوص بآخرت است نصیبے ازاں فرامی گیرد

وخطے از اصل بے شائبہ ظلیت بدست مے آرو۔

"نماز ہی بیماران عشق ومحبت کا چین وآرام ہی حضور ﷺ کے ارشاد

"ارحنی یابلال" میں اس طرف اشارہ ہے، اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میں بھی اسی دعا کا

اظہار ہے۔ جو نماز پڑھنے والا نماز کی حقیقت سے آشنا ہے وہ نماز ادا کرتے وقت گویا

اس دنیا کے دائرے سے نکل کر عالم آخرت میں پہونچ جاتا ہے، پھر اس کو اس دولت

عظمیٰ میں سے کچھ حصہ مل جاتا ہے، جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی "اصل بے

شائبہ ظلیت" کا ایک گونہ وصال ولقا میسر ہوجاتا ہے۔ نیز اسی جلد کے مکتوب نمبر ۳۰۵

میں فرماتے ہیں:۔ نجی

"درنماز در وقت قرأت قرآن وایتان تسبیحات وتکبیرات

زبان خود را درنگ شجرۂ موسوی می باید وقویٰ وجوارح خود را

بیش از آلات وو سائط نمی داند، وگاھے مے باید کہ در وقت ادائے

نماز باطن وحقیقت بتمام از ظاھر وصورت تعلق گستہ بعالم

غیب ملحق شدہ است ونسبت مجھول الکیفیت بغیب پیدا کردہ

وچوں از نماز فارغ شده باز رجوع نموده۔

''مرد کامل نماز کے اندر قرأت قرآن اور تسبیحات وتکبیرات کہتے وقت اپنی زبان کو شجرہ موسوی کے مانند پاتا ہے۔ اور اپنے اعضاء وقویٰ کو آلات و وسائط کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ (جو بالکلیہ کسی اور ہی کے ارادہ واختیار کے تابع ہیں) اور کبھی اس کو محسوس ہوتا ہے کہ نماز ادا کرتے وقت اس کا باطن اور اس کی حقیقت اس کے ظاہر اور اس کی صورت سے بالکل منقطع ہو کر عالم غیب سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اور غیب کے ساتھ اس کو ایک مجہول الکیفیت نسبت حاصل ہو گئی ہے اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو گویا پھر سے دنیا میں واپس آتا ہے۔''

جیسا کہ ہم شروع ہی میں اعتراف کر چکے ہیں یہ کیفیات بیشک گفتنی و نوشتنی نہیں ہیں تاہم حضرت امام ربانی کے ان اشارات سے قرة عيني في الصلوة اور ارحـنـي يـا بـلال کے اجمال کی کچھ نہ کچھ تشریح اور الصلوۃ معراج المومنین کی حقیقت کی ایک درجہ میں توضیح ضروری ہو جاتی ہے، اور آپ کے ان الفاظ وعبارات ہی کے پردوں سے ان کیفیات وواردات کی کچھ نہ کچھ جھلک نظر آہی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو حضرت مجدد کے ان اشاروں ہی کی روشنی میں اس مقام کی طرف بڑھنے کی اور اپنی نمازوں کو ''معراج المومنین'' کے درجہ تک پہونچانے کی کوشش کریں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے گا میری رحمت ایک ہاتھ اور بڑھ کر اس کا استقبال کرے گی۔

اس مقالہ کو ختم کرتے ہوئے ناظرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پھر صاف صاف یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خاصان خدا کے ان احوال اور کیفیات کے ذکر اور ان کے عارفانہ ارشادات کے نقل کرنے سے راقم سطور کے بارہ

میں کسی کو غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔یہ واقعہ ہے جس میں کسی ریٰ انکار اور تصنع کو مطلق دخل نہیں کہ یہ سیہ کار اس بارے میں بڑا محروم اور بے نصیب ہے اور اس کے پلہ میں سوائے حسرت اور آرزو کے اور کچھ نہیں ہے۔ہاں اس دولت کے بہرہ مندوں سے اسے محبت اور بیشک ان کے احوال و مقامات کے تبصرہ اور ان کے ارشادات کی نقل و تکرار میں اسے خاص لذت حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی اس روسیاہ پر رب کریم کا خاص الخاص احسان ہے۔

احب الصالحين و لست منهم لعل الله يرزقني صلاحًا

اپنی محرومی اور حسرت نصیبی کے اس احساس اور اذعان کے باوجود اپنی حیثیت سے بہت اونچی اس طرح کی باتوں کے لکھنے کی جرأت صرف اس امید پر کرلی جاتی ہے کہ شاید نیک طینت اور سعید الفطرت بندہ خدا کی نظر سے یہ تحریر گزرے اور اس کے صالح قلب میں طلب صادق پیدا ہوجائے اور یہ نعمت عظمیٰ اس کو حاصل ہوجائے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے کریمانہ قانون "من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله" جس نے نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کی تو اس کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر اجر ملے گا۔کے مطابق اس محروم حسرت نصیب کو بھی اس کے اجر عظیم سے نوازے

وادیم تر اا زگنج مقصود نشاں گر ما نہ
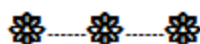
﴿تکملہ﴾

تہجد، چاشت، صلوۃ حاجت، صلوۃ استخارہ:

اس رسالہ (نماز کی حقیقت) میں جیسا کہ ناظرین نے محسوس کیا ہوگا نماز کے متعلق صرف اصولی باتیں بیان کی گئی ہے یعنی نماز کی عظمت واہمیت اور اس کی روح وحقیقت، حقیقی نماز پڑھنے کا طریقہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اکابر امت کے وہ واقعات جن کے پڑھنے اور سننے سے حقیقی نماز پڑھنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہو، لیکن نماز سے متعلق مسائل اور تفصیلی باتیں اس رسالہ میں ذکر نہیں کی گئیں، یہ چیزیں فقہی اور درسی کتابوں میں ذکر کی جاتی ہیں، البتہ اب بعض مخلصین اور طالبین کے مشورہ پر تہجد اور چاشت وغیرہ ان نفلی نمازوں کے مختصر ترغیبی بیان کا اضافہ اس رسالہ میں مناسب سمجھا گیا، جن میں بڑی خیر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بڑی فضیلت بیان فرمائی اور بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے اس خیر عظیم سے محروم ہیں، اللہ تعالیٰ اضافہ کو عام ناظرین کے لئے نفع مند بنائے اور قبول فرمائے۔

شوال المکرم

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ
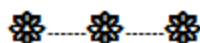
تہجد اور چاشت:

جیسا کہ معلوم ہے کہ فرض تو روزانہ صرف پانچ نمازیں ہیں اور کچھ ان ہی کے ساتھ پڑھی جانے والی سنتیں اور نوافل ہے جن کے پڑھنے کا الحمد للہ یہاں کے دین داروں میں عام رواج ہے (بلکہ عوام میں تو ان کی پابندی کا ایسا اہتمام ہے جس کی اصلاح اور تعدیل کی ضرورت ہے) لیکن ان کے علاوہ بعض اور نفلی نمازیں ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ خصوصیت کے ساتھ ترغیب دیتے تھے اور خود بھی اہتمام فرماتے تھے، ان میں سب سے افضل اور اہم تہجد ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿افضل الصلوة بعد الفريضة صلوة الليل﴾

"فرائض کے بعد سب نمازوں میں افضل تہجد ہے"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

﴿عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم وهو قربة لكم الى ربكم و مكفرة للسيات ومنهاة عن الاثم﴾ [الترمذی]

"یعنی تم تہجد کو لازم پکڑو کیونکہ وہ تم سے پہلے اللہ کی صالح بندوں کا طریقہ اور معمول رہا ہے اور تمہارے گناہوں کا کفارہ بننے والا اور دنیا میں گناہوں سے روکنے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ سفروں میں حسب موقع دوسرے نوافل بلکہ موکدہ سنتیں بھی کبھی کبھی ترک فرما دیتے تھے لیکن تہجد سفر میں بھی پابندی سے پڑھتے تھے اور یہی نماز تہجد ہے جس کو آپ اس قدر طویل پڑھتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بعض اہل اللہ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا گزری؟

جواب میں فرمایا :

﴿تاهت العبارات و فنيت الاشارات وما نفعنا الا ركعات صلينا ها في جوف الليل﴾

حقائق و معارف کی جو اونچی اونچی باتیں ہم عبارات و اشارات میں کیا کرتے تھے وہ سب وہاں ہوا ہو گئیں اور بس تہجد کی وہ رکعتیں کام آئیں جو رات کے اندھیرے میں ہم پڑھا کرتے تھے۔

تہجد کے بعد نوافل میں چاشت کا درجہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاص طور سے وصیت فرمائی تھی کہ میں چاشت کا دوگانہ ضرور پڑھا کروں۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز چاشت کے بارہ میں فرمایا:

﴿من حافظ علي شفعة الضحي غفرت له ذنوبه وان كانت مثل زبد البحر﴾ [مسند احمد]

"جس نے دوگانہ چاشت کا اہتمام کیا اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ وہ کثرت میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہو۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ارشاد فرمایا:

﴿يا ابن ادم اركع لي اربع ركعات من اول النهار اكفك اخره﴾ [ترمذی]

"اے فرزند آدم! تو دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعتیں میرے لئے پڑھا کر میں دن کے آخری حصہ تک تجھے کفایت کروں گا"

حضرت ابو ہریرۃ ؓ کی پہلی دونوں حدیثوں میں چاشت کی صرف دو رکعتوں کا ذکر ہے اور حضرت ابو الدرداء والی اس حدیث میں چار رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بعض دوسری حدیثوں میں آٹھ رکعت کا ذکر بھی آیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نوافل میں اس کی پوری گنجائش ہے کہ چاہے تو صرف دو ہی رکعتیں پڑھے اور چاہے تو زیادہ یعنی چار یا آٹھ پڑھے۔ یہی حال تہجد کا بھی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ تہجد میں اکثر آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی اس سے کم چھ یا صرف چار یہاں تک کہ بعض اوقات آپ نے صرف دو رکعتیں بھی پڑھی ہیں۔

تہجد اور چاشت کا وقت:

تہجد کا اصل اور افضل وقت آدھی رات کے بعد صبح صادق ہونے تک ہے لیکن جن کو اخیر شب میں اٹھنا مشکل ہے ان کے لئے گنجائش ہے کہ وہ عشاء کے بعد ہی پڑھ لیا کریں اور چاشت کا وقت سورج چڑھنے کے بعد سے لیکر قریب زوال کے وقت تک ہے لیکن بہتر ہے کہ پہلے چوتھائی حصہ ہی میں پڑھ لی جائے۔

واضح رہے کہ ان دونوں نمازوں کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے بلکہ جس طرح عام سنتیں اور نفل پڑھے جاتے ہیں اسی طرح تہجد اور چاشت بھی پڑھی جاتی ہیں۔

صلوۃ حاجت:

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگنے اور پوری کرانے کے لئے ایک خاص نماز "صلوۃ حاجت" بھی تعلیم فرمائی ہے۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندہ کو کوئی حاجت اور پریشانی ہو اسے چاہئے کہ وہ خوب اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور اس کے نبی ؐ پر درود

پڑھے اور پھر اللہ کے حضور میں اس طرح عرض کرے۔

﴿لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین﴾

"اللہ کے سوا کوئی مالک ومعبود نہیں وہ بڑے علم والا اور بڑا کریم ہے۔ پاک اور مقدس ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی مالک ہے، ساری حمد وستائش اس اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان اعمال اور ان اخلاق واحوال کا جو تیری رحمت کا وسیلہ اور تیری مغفرت کا پکا ذریعہ ہیں، اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے حصہ لینے کا اور ہر گناہ سے سلامتی اور حفاظت کا۔ خداوند میرے سارے ہی گناہ بخش دے اور میری ہر فکر اور ہر پریشانی دور فرما دے، اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اس کو پورا فرما دے اے ارحم الراحمین سب مہربانوں سے بڑے مہربان۔"

لاکھوں بندگان خدا کا تجربہ ہے کہ جب انہوں نے صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجت پوری فرما دی اور ان کی پریشانی دور کر دی، اس تجربہ ہی کی بنیاد پر ان بندگان خدا کا یقین ہے کہ یہ صلوٰۃ حاجت اللہ تعالیٰ کے غیبی خزانوں کی کنجی ہے۔

صلوٰۃ استخارہ:

ہم سب کو ایسے مواقع آتے ہیں کہ ایک کام ہم کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ اور انجام کے بارے میں اطمینان نہیں ہوتا، ایسے موقعوں کے لیے

رسول اللہ ﷺ نے نماز استخارہ کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ وہ بندہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرے:

﴿اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا لامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذاالامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ﴾[البخاری]

"اے میرے اللہ: میں تجھ سے تیری صفت علم کے وسلے سے خیر اور بھلائی کی رہنمائی چاہتا ہوں اور تیری صفت قدرت کے ذریعہ تجھ سے قدرت کا طالب ہوں اور تیرے عظیم فضل کی بھیک مانگتا ہوں کیونکہ تو قادر مطلق ہے اور میں بالکل عاجز ہوں اور تو علیم کل ہے اور میں حقائق سے بالکل ناواقف ہوں اور تو سارے غیبوں سے باخبر ہے۔ پس اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہو میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے تو اس کو تو میری لیے مقدر کر دے اور آسان بھی فرمادے اور پھر اس میں میرے لیے برکت بھی دے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے (اور اس کا نتیجہ خراب نکلنے والا ہے) میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے تو اس کام کو مجھ سے الگ رکھ، اور مجھے اس سے روک دے اور میری لیے خیر اور بھلائی کو مقدر فرمادے وہ جہاں جس کام میں ہو اور پھر مجھے اس خیر والے کام کے ساتھ راضی اور مطمئن کر دے۔"

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس کام کے بارہ

میں استخارہ کرنے کی ضرورت ہو، استخارہ کی یہ دعا کرتے ہوئے صراحتاً اس کا نام لے۔ یہ صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ استخارہ عظیم ترین نعمتیں ہیں جو اس امت کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ملی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قدر دانی اور ان سے نفع اٹھانے کی ہم کو توفیق دے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ